تاریخ اہل حدیث

فرقۂ ناجیہ طائفۂ اہل حدیث ہے

تالیف فضیلۃ الشیخ

علامہ احمد بن محمد الدہلوی المدنی رحمہ اللہ

تحقیق وتعلیق

علی بن حسن بن علی بن عبدالحمید الحلبی الاثری حفظہ اللہ

اردو ترجمہ

ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

﴿هَذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ﴾ [الجاثیۃ: ۲۹]۔

’’یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے بارے میں سچ سچ بول رہی ہے‘‘۔

تاریخ اہل حدیث

فرقۂ ناجیہ طائفۂ اہل الحدیث ہے

تصنیف

شیخ علامہ احمد بن محمد الدہلوی المدنی رحمہ اللہ

تحقیق وتعلیق

فضیلۃ الشیخ علی بن حسن عبدالحمید الحلبی الاثری حفظہ اللہ

اردو ترجمہ

ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

ناشر

صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

نام کتاب	:	تاریخ اہل حدیث -فرقۂ ناجیہ طائفہ اہل حدیث ہے!
تالیف	:	علامہ احمد بن محمد دہلوی مدنی رحمہ اللہ
تحقیق وتعلیق	:	علی بن حسن بن علی بن عبدالحمید الحلبی الاثری حفظہ اللہ
ترجمہ	:	ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
سنہ اشاعت	:	۲۰۱۲ء
تعداد	:	دوہزار
ایڈیشن	:	اول
صفحات	:	۱۷۰
طباعت	:	آفرین آرٹس (9819189965)
ناشر	:	صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی۔

ملنے کے پتے:

① دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی: ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاونڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی -۷۰۔ ٹیلیفون: 022-26520077

② مکتبہ دار التراث الاسلامی: لیک پلازا، نزد مسجد دار السلام، کوسہ، ممبرا، ضلع تھانہ -۶۱۲۔

③ مسجد دار التوحید: چودھری کمپاونڈ، واونجہ پالا روڈ، واونجہ، تعلقہ پنویل، ضلع رائے گڈھ -۴۱۰۲۰۸۔ فون: 9773026335

④ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینہ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتناگیری- 415709 فون نمبر: 02356-264455

⑤ شعبۂ دعوت وتبلیغ، جماعت المسلمین مہسلہ، ضلع: رائے گڈھ- 402105

⑥ جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی: 225071/ 226526

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

☆ ☆ ☆ ☆ ☆
☆ ☆ ☆ ☆
☆ ☆ ☆
☆ ☆
☆

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الأمين، وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين أمابعد!

اللہ رب العالمین کا احسان اور اس کا شکر ہے کہ اس نے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کو تاریخ اہل حدیث جیسے اہم موضوع پر ایک بہترین شاہکار کی طباعت کا شرف بخشا۔ تاریخ اہل حدیث کا آغاز وابتدا رسالت محمد ﷺ سے ہوا، اور جماعت اہل حدیث کے ڈانڈے بلا انقطاع صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے ہیں۔ مشہور صحابی رسول ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر حدیث رسول سیکھنے والوں کے لئے کہا تھا کہ: ان کے لئے مجلس میں کشادگی پیدا کرو، کیونکہ آج یہ ہمارے ساتھی وشاگرد ہیں اور ہمارے بعد یہی لوگ اہل حدیث ہیں۔ ''ہمارے بعد یہی لوگ اہل حدیث ہیں'' کے جملہ سے صاف ظاہر ہے کہ آج ہم اہل حدیث ہیں۔

اور مشہور تابعی امام شعبی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام زہری رحمہ اللہ نے مدینہ میں آواز دی ''أين أهل الحديث؟'' اہل حدیثو! کہاں ہو؟ یہ سنتے ہی بہت بڑا مجمع جمع ہوگیا اور پھر آپ نے چار سو حدیثیں بیان کیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جماعت اسی نام سے تابعین کے زمانہ میں بھی موجود تھی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''موطا امام محمد'' میں نقل کیا ہے کہ مدینہ میں امام زہری رحمہ اللہ اہل حدیثوں کے سب سے بڑے امام تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ طائفۂ منصورہ اور فرقۂ ناجیہ کون سی جماعت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''إن لم يكونوا أهل الحديث فلاأدري من هم؟'' اگر یہ

جماعت اہل حدیث نہیں ہے تو میں نہیں جانتا کہ پھر وہ کون ہیں؟!

یہ اقوال اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ جماعت اہل حدیث ائمہ کرام کے دور میں بھی موجود تھی۔

اور چونکہ ہندوستان میں مسلمان عہد صحابہ وتابعین میں اس وقت پہنچ چکے تھے جب ائمہ اربعہ میں سے کسی کی پیدائش ہی نہیں ہوئی تھی اور ان کی پیدائش سے پہلے ان کے مذاہب بھی نہیں تھے' تو جو مسلمان ان ائمہ کرام کی پیدائش سے پہلے سرزمین ہندوستان میں تشریف لائے وہ کس امام کے مقلد اور کس مذہب کے پیروکار تھے؟ ظاہر ہے تقلیدی اتجاہات سے بالاتر عامل بالکتاب والسنۃ تھے۔ اور عمل بالکتاب والسنۃ جماعت اہل حدیث طرۂ امتیاز اور خاصہ ہے' جس سے پوری طرح واشگاف ہوجاتا ہے کہ اہل حدیث ہندوستان کی سرزمین میں اس وقت پہنچ چکے تھے جب کسی تقلیدی مذہب کا وجود ہی نہیں تھا۔

زیر نظر کتاب ''تاریخ اہل حدیث'' عالم جلیل علامہ شیخ احمد بن محمد دہلوی رحمہ اللہ کی نہایت ہی نفیس اور علمی تالیف ہے جسے فاضل گرامی برادرم شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ نے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے، ترجمہ میں فاضل گرامی کی عرق ریزی اور اخلاص بخوبی جھلکتا ہے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی دینی اصلاحی منہجی اور علمی کوششوں کی پذیرائی اور قدردانی کو ہمیشہ اپنے لئے باعث عز وشرف سمجھتی ہے اور انہیں طبع کرا کر تقسیم کرتی رہتی ہے۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث کے اشاعتی سلسلہ کی یہ ایک سنہری کڑی ہے جس کی طباعت پر جمعیت اللہ تعالی کی شکرگزار اور دعاگو ہے کہ اللہ رب العالمین اس کتاب کو امت کے لئے مفید اور باعث اصلاح بنائے اور مولف ومترجم اور ناشر کو سعادت دارین سے سرفراز فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

حمید اللہ سلفی

ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

۲۹/نومبر ۲۰۱۲ء

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلاة والسلام على خاتم النبيين وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

تاریخ اہل حدیث اسلامی تاریخ کا اصلی اور سنہرا باب ہے۔تاریخ اہل حدیث کی ابتدا غار حرا میں اقرأ کی پہلی وحی سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا اس وقت ہوگی جب خیر کا دروازہ بالکل بند ہو جائے گا۔اب اس حقیقت کا ادراک کرنے میں علماء اور باشعور عوام کو بڑی آسانی ہوگئی ہے۔ہم جب قافلۂ حق کی ابتدا غار حرا سے کرتے ہیں تو پھر زندگی کا کون سا ایسا گوشہ ہے جس کو تاریخ اہل حدیث اپنے احاطہ میں نہ لیتی ہو،شاید لوگوں کو اس بات میں مبالغہ لگے اور انکار حقیقت کے رسیا اس بات کو ہضم نہ کرسکیں،لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے۔

اہل حدیث کے اصول وعقائد اور تعلیمات بالکل وہی ہیں جو کتاب وسنت کو مطلوب ہیں اور کتاب وسنت کے عین مطابق ہیں،اس لئے اس کی ابتدا بھی وہیں سے ہونی چاہئے جہاں سے ان تعلیمات اور اصول کی ابتدا ہوتی ہے۔

ان کے برعکس دوسروں کی تاریخ کی ابتدا رجال سے ہوتی ہے،حنفی تاریخ کی ابتدا امام ابوحنیفہ سے ہوتی ہے،شافعی تاریخ امام شافعی سے شروع ہوتی ہے،مالکی تاریخ کا آغاز امام مالک سے ہوتا ہے اور حنبلی تاریخ امام احمد کے دور سے قدم اٹھاتی ہے۔

نقطۂ ابتدا ہی سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں،تاریخ اہل حدیث کا نقطۂ آغاز وحی اور وحی کے اصول وضوابط ہیں اور یہ طے ہے کہ اصول وضوابط بدلتے نہیں،اسی لئے تاریخ اہل حدیث

میں تسلسل بھی ہے یکسانیت بھی ہے اور ہمہ گیری بھی۔ اور جس تاریخ کا نقطۂ آغاز رجال اور آراء رجال ہوں' اس میں تغیر' تبدل' بے اساسی اور عدم تسلسل ملے ہے۔

جس تاریخ کا نقطۂ آغاز رجال ہیں' اصول وضوابط نہیں ہیں اس کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ تاریخ ایک ناقص تاریخ ہوتی ہے، اس کے چہرے بدلتے رہتے ہیں' رجال مرکز عقیدت ہوتے ہیں اس لئے عقیدت ساری بدعتوں کو دین کے اندر داخلے کی اجازت دیدیتی ہے، اسی طرح رجال کی نسبت سے تاریخ ہر طرح کی گمراہیوں کی ایک کھتونی بن کر رہ جاتی ہے' جس میں دین کی سچائیوں کا اندراج کم ہوتا ہے' جھوٹے اوصاف اور گپ کو پھلنے پھولنے کا موقع زیادہ ملتا ہے۔

تاریخ اہل حدیث طائفۂ منصورہ، فرقۂ ناجیہ، کاروان حق اور دین کے پاسبانوں کی کہانی ہوتی ہے، اس میں اتنی وسعت ہوتی ہے کہ زندگی کی ساری تگ و دو اور زندگی کے شعبوں کی ساری سرگرمیاں اس کے اندر آجاتی ہیں۔ اس کے اندر دعوت حق کی ساری جدوجہد، اعلام واشخاص کی مخلصانہ کوششیں، عقائد وعبادات کی توقیفی حیثیت، اجتہاد کی معرکہ آرائیاں، جہاد کی جاں گوشیاں، نفاذ شریعت کی کہانیاں، قضا و عدل کی سرگرمیاں، معاشی بھاگ دوڑ، علمی تعلیمی اور تربیتی بزم آرائیاں، سیاسی تدبیریں، رزم و بزم کے جلوے، پارسائیاں، ناکامیاں، کامیابیاں سبھی کچھ آجاتے ہیں۔

تاریخ اہل حدیث کا سنہرا باب توحید الہ اور اتباع رسول ہے، اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق کی پاسبانی ہے، اور ساتھ ہی حقوق عباد کا تحفظ ہے۔ اور ان حقوق کی حفاظت کے لئے جان گسل اور طویل معرکہ آرائیاں ہیں، اور اب تک یہ معرکہ آرائیاں جاری ہیں، ان حقوق کے تحفظ کا نتیجہ بھی ساری انسانیت کے سامنے ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو یہ معرکہ آرائیں منظور نہ ہوتیں تو کسی مسلمان کو توحید کو سنت کا پتہ ہی نہ رہ جاتا، نہ کسی کو قرآن کریم کا صحیح مفہوم معلوم ہوتا، نہ کسی کو سنت صحیحہ کی خبر ہوتی، نہ کسی کو صحیح عقیدے کی خبر ہوتی، نہ کسی کو اتباع سنت معلوم ہوتا۔

زندگی کے دیگر کارناموں کو نظر انداز کر کے اگر حقوق اللہ، حقوق رسول اللہ اور حقوق العباد کی پاسبانی کے عناوین ہی تاریخ اہل حدیث کے ابواب بن جائیں تو یہی اسے روشن اور تابناک بنانے کے لئے کافی ہیں۔ اور اگر دو لفظ کو تاریخ اہل حدیث کا عنوان بنائیں تو اس کے لئے یہی کافی ہے، کیا یہ عنوان ''طائفۂ منصورہ'' ''فرقۂ ناجیہ'' ''ما أنا علیہ وأصحابي'' تاریخ اہل حدیث کے لئے کافی نہیں ہے؟ تاریخ اہل حدیث کا یہ عنوان بارگاہ نبوت سے ملا ہوا ہے جو ایک سند ہے اصول وضابطے اور اس کے مطابق چلنے والوں کی ثقاہت اور معتبریت کے لئے۔

دراصل یہ عنوان صرف اہل حدیث اور تاریخ اہل حدیث کی معتبریت ہی کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ عنوان ہمیں ہماری ذمہ داریاں بھی یاد دلاتا ہے کہ ہر جگہ ہر لمحہ ہمارے اوپر یہ لازم ہے کہ دین کے فروغ کے لئے ہم مسلسل جدوجہد کریں، تاریخ فخر ومباہات کی چیز نہیں ہے، تاریخ ایک آئینہ ہے، تاریخ اسی لئے لکھی جاتی ہے تاکہ ہم اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھیں اور اپنے انفرادی واجتماعی خدوخال درست کرلیں، لیکن اگر تاریخ کے آئینے میں خدوخال درست کرنے کا مزاج نہ رہ جائے بلکہ اسے صرف فخر ومباہات کا سامان بنالیا جائے تو پھر تاریخ تاریخ نہیں رہ جاتی، لوگ اسے گپ اور جھوٹ کا پلندہ بنا کر چھوڑتے ہیں، اور جب تاریخ کی یہ درگت بن جائے تو پھر تاریخ ایک مجرمانہ عمل بن جاتی ہے اور لوگ اسے ایک اجتماعی جرم بنادیتے ہیں۔

مسلمانوں کے جہاں دیگر احوال بگڑے ہیں انہی بگڑی ہوئی حالتوں میں سے ایک بگڑی حالت تاریخ کی ہے۔ برصغیر میں فرقہ پرستی کی بنیاد پر مرتب ہونے والی تاریخ ایک گپ اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔

زیر نظر کتاب شیخ احمد کی کتاب کا ترجمہ ہے، یہ کتاب تحقیق حواشی اور عربی سے اردو میں ترجمہ سے آراستہ ہو کر ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اس کام کو جناب مولانا عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ نے انجام دیا ہے، موصوف ایک باوقار اور محنتی عالم فاضل ہیں، ان کو دینی وعلمی کاموں کی انجام دہی کا

لگن ہے، جس کا ثمرہ ہمارے سامنے ہے، کتاب کا ترجمہ انہوں نے بہت محنت اور لگن سے کیا ہے اور علم کے تقاضوں کے مطابق انہوں نے اس کام کو انجام دیا ہے، اگر کسی کام میں محنت، مقصدیت اور لگن ہو تو کام بہت خوبی سے انجام پاتا ہے، الحمدللہ یہاں بھی یہ سارے تقاضے ملحوظ ہیں۔

درحقیقت سنجیدگی اور وقار علم کا لازمہ ہیں، کہیں بھی علماء چھوٹا بڑا علمی کام کریں اور اس کے ساتھ وقار، مقصدیت اور لگن اگر موجود ہے تو اس سے ایک اچھا ماحول بنتا ہے، قلوب واذہان میں اس سے نشاط پیدا ہوتا ہے اور علم کو پروان چڑھنے کا ماحول بنتا ہے، علم کے لئے یہ ماحول بنائے رکھنا بہت ضروری ہے ورنہ علم کا پودا مرجھا کر ختم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنف، مترجم، محشی، محقق اور ناشر سب کو اس علمی کام کی انجام دہی کا بہترین صلہ عطا کرے اور ان کے لئے اس کتاب کو ذخیرۂ آخرت بنادے، آمین۔

عبدالمعید مدنی

۲۲/نومبر ۲۰۱۲ء دہلی۔

عرض مترجم

اہل الحدیث نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک سے لیکر تا قیامت تسلسل کے ساتھ ہر دور اور ہر زمانہ میں پایا جانے والا وہ واحد مقدس طائفہ ہے جس کا مشغلہ ایمان وعقیدہ، عبادت و ریاضت طاعت و بندگی معاملات و سیاسیات غرض زندگی کے تمام تر گوشوں میں نبی معصوم ﷺ کی احادیث مبارکہ اور آپ کی سنت وسیرت کی تلاش وجستجو، روایت ودرایت، تبلیغ اس کی فقہ وفہم، شرح وبیان اور ظاہری و باطنی طور پر اس پر عمل آوری اور اتباع و پیروی ہے۔ اور یہ اہل الحدیث کی وہ امتیازی شان ہے جو دنیا کے کسی اور طائفہ کو عطا نہ ہوئی، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"نضر الله امرأ سمع مقالتي هذه فوعاها، فأداها كما سمعها"[1]۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے، جس نے میری اس بات کو سنا اور اسے اچھی طرح از بر کرلیا، اور پھر اسے جس طرح سنا تھا، من وعن ویسے ہی ادا کر دیا۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا تجد أحداً من أهل الحديث إلا وفي وجهه نظرة، لدعوة النبي ﷺ"[2]۔

آپ کو ایسا کوئی اہل حدیث نہیں ملے گا جس کے چہرہ پر نبی کریم ﷺ کی دعا کے سبب نورانیت نہ ہو۔

---

[1] اسے امام ابوداود، ترمذی اور ابن حبان نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، دیکھئے: الصحیحہ للالبانی (۴۰۴)۔

[2] مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۱/۱۱۔

نیز اس طائفہ کے سلسلہ میں ایک دوسری بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

"**لا تزال طائفة من أمتي قائمة على الحق، لا يضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله**" [1]۔

میری امت کا ایک طائفہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، انھیں ان کے مخالفین زک نہ پہنچاسکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا۔

چنانچہ فرقۂ ناجیہ، طائفۂ منصورہ، سلفیہ، اہل السنہ والجماعہ، اہل الاثر اور اہل الاتباع وغیرہ مختلف ناموں [2] سے معروف یہ طائفہ اہل حدیث ہے، جیسا کہ امام ابن المبارک، امام علی ابن المدینی، امام ابوعبداللہ البخاری، امام اہل السنہ احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ سلف رحمہم اللہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے، اس طائفہ کا علمی وعملی شعار ہر دور اور زمانہ میں نبی رحمت ﷺ کی زبانی یہ رہا ہے:

"**ما أنا عليه وأصحابي**" [3]۔

جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"**أحق الناس بأن تكون هي الفرقة الناجية أهل الحديث والسنة، الذين ليس لهم متبوع يتعصبون له إلا رسول الله ﷺ، وهم أعلم الناس بأقواله وأحواله**" [4]۔

اہل حدیث وسنت ہی نجات یافتہ ہونے کے سب سے زیادہ حق دار ہیں، جن کا رسول

---

① متفق علیہ۔

② دیکھئے: الوجیز فی عقیدۃ السلف الصالح أھل السنۃ والجماعۃ، از عبداللہ عبدالحمید الاثری، ص ۳۰۔

③ صحیح الترمذی (۲۶۴۱)۔

④ مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۳/۳۴۷۔

اللہ ﷺ کے سوا کوئی امام وپیشوا نہیں ہے' جس کے لئے وہ تعصب کرتے ہوں' اور وہ نبی کریم ﷺ کے اقوال واحوال کا سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

اور اسی لئے معروف محدث امام ابن شاہین رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان کے سامنے فقہی مذاہب کا تذکرہ کیا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے: "أنا محمدي المذهب" میں تو محمدی المسلک ہوں[1]۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أهل الحديث هم السلف من القرون الثلاثة ومن سلك سبيلهم من الخلف"[2]۔

اہل حدیث قرون ثلاثہ کے سلف صالحین اور بعد کے وہ تمام لوگ ہیں جو ان کے نقش قدم کی پیروی کریں۔

اس مقدس طائفہ اہل حدیث کا مقام بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"إن أهل الحديث هم أهل الحق والهدى، وإن غيرهم أولىٰ بالضلال والجهل والحشو والباطل. وأيضاً المخالفون لأهل الحديث هم مظنة فساد الأعمال: إما عن سوء عقيدة ونفاق، وإما عن مرض في القلب وضعف إيمان"[3]۔

یقیناً اہل حدیث ہی اہل حق وہدایت ہیں' ضلالت وگمرہی' جہالت اور فضول وباطل ان کے علاوہ کو سزاوار ہے۔ نیز مخالفین اہل حدیث کے اعمال کے فساد کا اندیشہ ہے: خواہ بدعقیدگی

---

① سیر اعلام النبلاء از امام ذہبی ۱۶/۴۳۳/۳۲۰۔

② مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۶/۳۵۵۔

③ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۴/۵۳۔

اور نفاق کے سبب ہو یا پھر دل کے مرض اور ضعف ایمان کے سبب۔
ایک دوسری جگہ اہل حدیث کی عیب جوئی اور ان پر طعن و تشنیع کرنے والوں کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"إن الذين يعيبون أهل الحديث ويعدلون عن مذهبهم جهلة زنادقة منافقون بلا ريب"[1]۔

جو لوگ اہل الحدیث کی عیب جوئی اور ان کے منہج سے اعراض کرتے ہیں، بلا شک وشبہ وہ جاہل، زندیق اور منافق ہیں۔
اور اس کے بعد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا اس سلسلہ میں عملی واقعہ بیان فرمایا ہے۔
سچ کہا ہے علامہ ابو عامر حسن بن محمد قومسی رحمہ اللہ نے:

يا سادة عنـــدهم للمصطفى نسب رفقاً بمن عندهم للمصطفى حسب
أهل الحديث هـم أهل الرسول فإن لم يصحبوا نفسه أنفاسه صحبوا [2]

اے بزرگو! جنہیں مصطفیٰ ﷺ کی نسبت حاصل ہے، ایسے لوگوں سے واقعی محبت و ہمدردی ہونی چاہئے جنہیں مصطفیٰ ﷺ سے نسبت کا شرف ملا ہو، اہل الحدیث دراصل اہل رسول ﷺ ہیں، اگر انہیں آپ کی ذات مبارکہ کی صحبت نہ ملی، نہ سہی آپ کے سانسوں کی صحبت تو ملی۔
ایک اور جگہ امت کے فرقوں میں اہل حدیث کا امتیازی مقام اور فضیلت وخصوصیت بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن أهل الحديث والسنة أخص بالرسول وأتباعه، فلهم من فضل الله وتخصيصه إياهم بالعلم والحلم وتضعيف الأجر ما ليس لغيرهم، كما

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۴/۹۶۔
[2] طبقات الفقہاء الشافعیہ، از امام ابن الصلاح ۱/۳۵۷۔

قال بعض السلف: أهل السنة في الإسلام كأهل الإسلام في الملل"[1].
یقیناً اہل حدیث رسول اللہ ﷺ اور آپ کے متبعین کے سب سے زیادہ خاص ہیں' چنانچہ انہیں اللہ کے فضل، علم وحلم اور گنا درگنا اجر وثواب کی وہ خصوصیت عطا ہوئی ہے جو کسی اور کو نہیں ملی، جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے: اسلام میں اہل سنت وحدیث ایسے ہی ہیں جیسے دیگر ملتوں میں اہل اسلام!

اور منہاج السنہ میں انتہائی وثوق واعتماد کے ساتھ اہل الحدیث کا منہج اور اس کی صداقت وحقانیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"فلهذا لم يجتمع قط أهل الحديث على خلاف قوله في كلمة واحدة، والحق لا يخرج عنهم قط، وكل ما اجتمعوا عليه فهو مما جاء به الرسول ﷺ، وكل من خالفهم من خارجي ورافضي ومعتزلي وجهمي وغيرهم من أهل البدع فإنما يخالف رسول الله ﷺ ... فإن أهل السنة في الإسلام كأهل الإسلام في الملل"[2]۔

اسی لئے اہل حدیث کبھی کسی ایک بات میں بھی فرمان رسول ﷺ کے خلاف متفق نہیں ہوئے' حق ان سے کبھی خارج نہیں ہوسکتا، اور جن باتوں پر بھی ان کا اتفاق ہے وہ رسول گرامی کی لائی ہوئی شریعت ہے' اور جو بھی خارجی رافضی معتزلی جہمی یا ان کے علاوہ دیگر بدعتی ان کی مخالفت کرتے ہیں دراصل نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں.... کیونکہ اسلام میں اہل سنت ایسے ہی ہیں جیسے دیگر ملتوں میں اہل اسلام!

یہاں ایک شبہہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ جب اہل حدیث کے نام' ان کے منہج ومشن اور فضائل وغیرہ کے سلسلہ میں مذکورہ احادیث نبویہ اور ان کی وضاحت میں سلف صالحین کے اقوال پیش کئے

---

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۴/۱۴۰۔

[2] منہاج السنۃ النبویۃ، از امام ابن تیمیہ ۵/۱۱۰۔

جاتے ہیں تو ہمارے بعض برادران فوراً اور بڑی جرأت سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ ساری باتیں تو محدثین کرام کی بابت ہیں جنہوں نے سندوں کے ساتھ حدیثیں روایت کی ہیں اور انہیں کتابوں میں یکجا کیا ہے' آپ اہل حدیثوں کا اس سے کیا تعلق ہے؟! آیئے دیکھیں کہ اہل الحدیث سے کون مراد ہیں؟ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہل حدیث کا مقصود بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ونحن لا نعني بأهل الحديث المقتصرين على سماعه أو كتابته أو روايته، بل نعني بهم : كل من كان أحق بحفظه و معرفته و فهمه ظاهراً و باطناً و اتباعه باطناً و ظاهراً"[1]۔

اہل حدیث سے ہمارا مقصود وہ نہیں ہیں جو محض حدیث کو سننے یا لکھنے یا روایت پر اکتفا کرتے ہیں' بلکہ ہمارا مقصود ہر وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ اسے یاد کرے' اس کا علم حاصل کرے' ظاہری و باطنی طور پر اسے سمجھے اور ظاہری و باطنی طور پر اس کی اتباع کرے۔

نیز جامع المسائل میں فرماتے ہیں:

"فإن أهل الحديث هم المنتسبون إليه اعتقاداً و فقهاً و عملاً ... سواء رووا الحديث أو لم يرووه"[2]۔

اہل حدیث: وہ ہیں جو عقیدہ' فقہ اور عمل ہر حیثیت سے اس سے نسبت رکھتے ہیں ...خواہ حدیث کی روایت کریں یا نہ کریں۔

زیر نظر رسالہ تاریخ اہل حدیث چودہویں صدی ہجری کے ایک بلند پایہ عالم فضیلۃ الشیخ احمد بن محمد دہلوی مدنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۷۵ھ) کی ایک مایہ ناز علمی تصنیف ہے جسے موصوف نے تقلید و جمود اور مسلکی گروہ بندی و ائمہ پرستی کے تعصب' اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کی تصریحات کے باوجود سنت رسول سے اعراض کے نتیجہ میں حوالہ قلم کیا ہے اور تمام تر باتوں کو بڑی عرق ریزی سے کتاب وسنت

---

① مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۴/۹۵۔

② جامع المسائل لابن تیمیہ، از عزیر شمس ۵/۷۵۔

اور سیرت سلف سے مدلل کیا ہے' کتاب میں علامہ موصوف نے ائمہ رحمہم اللہ کا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اتباع سنت کی تلقین فرمائی ہے اور علمی حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ نجات یافتہ جماعت ''اہل حدیث'' ہے' جو کوئی فرقہ نہیں بلکہ ایک منہج و مشن کا نام ہے' جس کا آغاز عہد رسالت ہی میں ہوا ہے جو آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا، نیز ائمہ اربعہ رحمہم اللہ متبعین سنت اور اہل حدیث تھے اور انہوں نے اسی کی تعلیم دی ہے' نیز علماء و ائمہ کی ایک فہرست ہے جنہوں نے مذہب پرستی سے تائب ہو کر منہج اہل حدیث اختیار کیا ہے' نیز یہ ثابت کیا ہے کہ اختلاف خواہ فروعی ہو یا اصولی اسے باقی رکھنے کے لئے اختلاف صحابہ کو حجت نہیں بنایا جا سکتا' کیونکہ اختلاف کا جو عذر اس وقت تھا' کتب سنت کی تدوین کے بعد اب نہیں رہا۔

کتاب معنوی اعتبار سے ایک متلاشی حق کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے' اور کتاب کی اسی اہمیت کے پیش نظر اسے اردو جامہ پہنانے کا داعیہ پیدا ہوا، اس مقصد میں کامیابی کی شرح کتنی ہے اس کا فیصلہ ناظرین کریں گے' کوشش یہ کی گئی ہے کہ عربی متن سے آزاد ہوئے بغیر زبان سلیس رہے۔ واضح رہے کہ یہ کتاب کے اُس ایڈیشن کا ترجمہ ہے جو شیخ علی بن عبدالحمید حلبی اثری حفظہ اللہ کی تحقیق سے پہلی بار سنہ ۱۴۱۷ھ میں مکتبۃ الغرباء الأثریۃ' مدینہ طیبہ' سعودی عرب سے شائع ہوا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے میری ذات اور تمام لوگوں کے لئے مفید بنائے، آمین۔

اس توفیق پر رب ذوالکرم کے بے پایاں حمد و شکر کے بعد میں تہ دل سے ممنون ہوں صوبائی جمعیت اہل حدیث' ممبئی کے ذمہ داران بالخصوص اس کے امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کا جنہوں نے منہجی و ملی ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے صوبائی جمعیت کی جانب سے کتاب کی طباعت واشاعت کی نہ صرف منظوری بخشی بلکہ اس پر فوری عمل درآمد کا حکم صادر فرمایا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے، اور ملت و جماعت کی مصلحتوں سے متعلقہ تمام مساعی کو آپ کے میزان حسنات میں شامل فرمائے، نیز ملت و جماعت کو موجودہ زبوں حالی اور رجعت قہقری

سے بچانے اور ظاہری ومعنوی طور پر اسے اوج کمال پر لانے کے لئے ملامت گروں کی ملامت سے بے خوف ہو کر اپنی تمام تر مخلصانہ و غیر تمندانہ کوششیں وقف کرنے کی توفیق ارزانی بخشے' کہ یہی سرمایۂ آخرت و ذریعہ نجات ہے۔ آمین۔

اسی طرح میں سلفیت واہل حدیثیت کے نہایت غیور اور بیباک ترجمان، مفکر و محقق جماعت مربی گرامی فضیلۃ الشیخ عبد المعید مدنی حفظہ اللہ کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت مرحمت فرما کر کتاب کا مراجعہ کیا' مفید مشوروں سے نوازا اور اپنے غیر تمندانہ مخصوص لب ولہجہ میں کتاب پر ایک گراں قدر مقدمہ بھی تحریر فرمایا' جس سے کتاب کی اہمیت مزید بڑھ گئی، فجزاہ اللہ خیراً۔ دعا ہے کہ رب کریم آپ کو صحت وعافیت بخشے اور آپ کی زبان وقلم کے ذریعہ منہج سلف کی خدمت کا سلسلہ تا دیر قائم رکھے، آمین۔

اس کے بعد اپنے والدین بزرگوار کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی انتھک تعلیمی وتربیتی کوششوں کی بدولت دین اسلام کی ادنیٰ سی خدمت کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا وعقبیٰ کی بھلائیوں سے نوازے اور اسے ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، اسی طرح اپنی اہلیہ' اہل خانہ' اساتذۂ کرام نیز جملہ معاونین کا شکر ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

اخیر میں دعا گو ہوں کہ الہ العالمین اس کتاب سے ہر خاص وعام کو فائدہ پہنچائے اور اس کے مولف، محقق، مترجم، مقدم، ناشر اور جملہ معاونین کو جزائے خیر دے' اور ان کے لئے ذریعۂ نجات بنائے اور تمام لوگوں کو اخلاص قول وعمل کی توفیق بخشے، آمین۔

خادم کتاب وسنت

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

(inayatu▇ahmadani@yahoo.com)

۳۰/ اکتوبر ۲۰۱۲ء ممبئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

حمد وصلاۃ کے بعد:

بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس امت کو اسناد کے شرف سے فضیلت بخشا' اپنے دیگر بندوں کے برخلاف انہیں اتصال سند کی امتیازی خصوصیت عطا فرمائی' اور ہر دور میں اس کے لئے ایسے یگانہ روزگار ائمہ اور بلند پایہ وماہر ناقدین پیدا فرمائے جنہوں نے اس کے ضبط واہتمام میں اپنی تمام ترکوششیں صرف کردیں' اسے بے کم وکاست بحسن وخوبی انجام دیا' اور اس کی پیچیدہ علتوں تک رسائی کے جویا رہے' چنانچہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے، اور یہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے زندہ معجزات میں سے ہے' جس کے وقوع پذیر ہونے کی آپ نے پیشین گوئی فرمائی تھی، اوراس خصوصیت کے انجام دہندگان اور اس کے سرچشمہ صافی سے براہ راست آسودہ ہونے والوں کے لئے دعا فرمائی تھی، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

" تسمعون ويسمع منكم، ويسمع ممن يسمع منكم "[1]۔

تم مجھ سے سنو گے اور پھر تم سے سنا جائے گا' اسی طرح پھر تم سے سننے والوں سے بھی سنا

[1] " جامع التحصیل " میں حافظ علائی رحمہ اللہ کے مقدمہ (ص ۲۱) سے ماخوذ ہے۔ اور حدیث کو امام ابن حبان (۶۳)' امام ابوداود (۳۶۵۹) اور امام احمد (۱/۳۲۱) نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

جائے گا۔

یہ خصوصیت ہر دور و ہر زمانہ میں اہل حدیث اور سنت پرستوں کا طرۂ امتیاز رہی' انہوں نے اسے خوب خوب انجام دیا' اور اس کی دعوت اور نشر و اشاعت کا نہایت عظیم اہتمام و التزام کیا۔

اسی لئے ان کا منہج - اللہ ان کے فوت شدگان پر رحم اور زندوں کی حفاظت فرمائے - نہایت جچا تلا اور مبنی برحق منہج ہے' جس میں کسی قسم کے خلل اور شائبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

اور اسی بنا پر امت کے علماء' فقہاء' مفسرین اور اہل زبان و ادب وغیرہ نے ان کی خوب خوب تعریف و ستائش اور مدح و ثنا خوانی کی ہے۔

حتیٰ کہ عقیدہ کے بعض سابق مصنفین نے ان سے محبت کو اہل سنت کی علامت اور ان سے بغض و نفرت کو اہل بدعت کی نشانی قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام حافظ ابو عثمان الصابونی رحمہ اللہ اپنے مایہ ناز رسالہ ''عقیدۃ السلف'' (ص ۱۰۱ - ۱۰۷) میں فرماتے ہیں:

''بدعتیوں پر بدعات کی نشانیاں بالکل ظاہر اور عیاں ہوتی ہیں''۔

اور ان کی سب سے واضح اور نمایاں نشانی حاملین سنت رسول ﷺ سے سخت دشمنی' ان کی تحقیر و توہین اور انہیں حشویہ ① ' جاہل' ظاہریہ اور مشبہہ وغیرہ جیسے القاب سے یاد کرنا ہے!! کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ احادیث نبویہ علم سے خالی ہوتی ہیں' اور ان کے مطابق علم وہ ہے جو ان کی فاسد عقلوں کی پیداوار' تاریک سینوں کے وساوس' خیر سے خالی دلوں کے بے ہنگم خیالات' بے تکی باتیں اور بے معنی حجتیں بلکہ باطل بکواس شبہات کی شکل میں شیطان لعین انہیں تلقین کرتا ہے۔

﴿أُوْلَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ﴾ [محمد: ۲۳]۔

---

① یہ بے معنی الفاظ ہیں جن کا مقصد محض عیب زنی' تشویش اور نفرت پیدا کرنا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے' اور انہیں بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔

﴿وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾[الحج:١٨]۔

اور جسے اللہ ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں' بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

امام احمد بن سنان القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں ہے جو اہل حدیث سے بغض ونفرت نہ رکھتا ہو' کیونکہ جب انسان بدعت کرتا ہے تو اس کے دل سے حدیث کی شیرینی سلب کر لی جاتی ہے''۔

اور محمد بن اسماعیل الترمذی فرماتے ہیں: ''میں اور احمد بن حسن ترمذی امام دین ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس تھے' تو احمد بن حسن نے اُن سے کہا: اے ابوعبداللہ! لوگوں نے مکہ میں ابن ابوقتیلہ کے سامنے اصحاب حدیث یعنی محدثین کا ذکر کیا، تو انہوں نے کہا: اہل حدیث تو نہایت بُرے لوگ ہیں! اتنا سنتے ہی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنا کپڑا جھاڑتے ہوئے کھڑے ہو گئے' اور (ایسا کہنے والا) زندیق ہے' زندیق ہے' زندیق ہے، کہتے کہتے گھر میں داخل ہو گئے'' [1]۔

امام ابونصر بن سلام الفقیہ فرماتے ہیں: ''ملحد اور بے دین لوگوں پر حدیث سننے اور اسے بالاسناد روایت کرنے سے زیادہ گراں اور مبغوض چیز کچھ بھی نہیں''۔

اور میں نے امام حاکم رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ میں نے شیخ ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب الفقیہ کو ایک شخص سے مناظرہ کرتے ہوئے سنا' انہوں نے فرمایا: ''حدثنا فلان'' ہم سے فلاں نے حدیث بیان کی! تو اس شخص نے کہا: ارے حدثنا کو چھوڑو! کب تک حدثنا کی گردان ہوتی رہے گی؟؟ تو شیخ نے اس سے کہا: چل نکل یہاں سے کافر کہیں کا! [2] آج کے بعد سے میرے گھر میں

---

① رسالہ ''الاصالۃ'' (شمارہ ۷/ص ۲۰، ۲۱) میں میرا مقالہ ''اتہام اھل الحق بغیر حق'' ملاحظہ فرمائیں۔

② کیونکہ اس نے سنت رسول کو ٹھکرا دیا تھا اور اپنی خواہش نفس سے اس کی راہوں (سندوں) کا انکار کر دیا تھا۔

کبھی داخل نہ ہونا! پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اس کے سوا میں نے کبھی کسی کو اپنے گھر میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا۔

امام ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل بدعت کی پہچان اہل حدیث کی شان میں گستاخی کرنا ہے' اور زندیقوں (بے دین) کی پہچان اہل حدیث کو حشویہ کا نام دینا ہے' جس سے ان کا مقصد حدیث کا ابطال ہے' اور قدریہ کی پہچان اہل سنت کو مشبہہ کہنا ہے' اور روافض کی پہچان اہل سنت کو نابتہ اور ناصبہ وغیرہ ناموں سے پکارنا ہے!

میں (ابو عثمان الصابونی رحمہ اللہ) کہتا ہوں: یہ ساری چیزیں عصبیت کی بنیاد پر ہیں' ورنہ اہل سنت کا ایک ہی نام ہے' اور وہ ہے ''اہل حدیث''۔

اہل بدعت نے اہل سنت کو جن ناموں سے موسوم کیا ہے۔ حالانکہ اللہ کے فضل و کرم سے ان میں سے کوئی نام ان پر چسپاں نہیں ہوتا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں انہوں نے بعینہ وہی طریقہ اپنایا ہے جو طریقہ مشرکین لعنہم اللہ نے رسول گرامی ﷺ کے ساتھ اپنایا تھا' مشرکین نے بھی نبی رحمت ﷺ کے کئی نام وضع کر رکھے تھے' چنانچہ کوئی آپ کو ساحر (جادوگر) کہتا تھا' کوئی کاہن کہتا تھا' کوئی شاعر کہتا تھا' کوئی مجنوں کہتا تھا' کوئی فتنہ زدہ کہتا تھا' تو کوئی آپ کو نعوذ باللہ دروغ گو' جھوٹ پرور اور کذاب کے نام سے یاد کرتا تھا!!!

حالانکہ نبی کریم ﷺ ان تمام عیوب و نقائص سے بری اور کوسوں دور تھے' آپ محض اللہ عزوجل کے چنندہ و برگزیدہ رسول و پیغمبر تھے' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴾ [الفرقان:۹]۔

ذرا غور کیجئے کہ یہ لوگ آپ کی نسبت کیسی کیسی باتیں بنا رہے ہیں' چنانچہ خود ہی بہک رہے ہیں' لہٰذا کسی طرح راہ پر نہیں آسکتے۔

اور یہی حال مبتدعہ (اہل بدعت) - اللہ انہیں ذلیل فرمائے - کا بھی ہے' انہوں نے بھی آپ کی سنت کے حاملین' آپ کے آثار کے ناقلین' آپ کی احادیث کے راویان' آپ کے پیروکار اور آپ کی سنت پر عامل وگامزن' جو اہل حدیث کے نام سے معروف ہیں' انہیں طرح طرح کے ناموں سے یاد کیا' کسی نے انہیں حشویہ کہا! کسی نے مشبہہ کہا! کسی نے نابتہ کہا! تو کسی نے ناصبہ اور جبریہ جیسے ناموں سے یاد کیا!

حالانکہ اہل حدیث ان تمام معائب سے منزہ' ستھرے اور بری ہیں' وہ محض روشن سنت' نبی رحمت کی پسندیدہ سیرت اور نہایت ٹھوس اور محکم دلائل و براہین پر مشتمل سیدھی راہوں کے رہرو ہیں' اللہ عزوجل نے انہیں اپنی کتاب' اپنی وحی اور خطاب' نیز اپنے نبی ﷺ کی سنت جس میں آپ نے امت کو نیک قول وعمل کا حکم اور برے قول وعمل سے تنبیہ فرمائی ہے' کے اتباع کی توفیق عطا فرمائی ہے' اور آپ کی سیرت وکردار کے التزام' اور آپ کی سنت کی پابندی کی توفیق ارزانی بخشی ہے، انہیں اپنے قریب ترین' اور سب سے زیادہ صاحب عزت وشرف ولی کے متبعین وپیروکاروں میں سے بنایا ہے' نیز ان کے سینوں کو آپ سے' آپ کی شریعت کے ائمہ اور آپ کی امت کے علماء سے محبت کے لئے کھول دیا ہے۔

اور جو جن لوگوں سے محبت کرتا ہے' قیامت کے دن انہی کے ساتھ ہوگا' جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"المرء مع من أحب"[1]۔

آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔

میں کہتا ہوں: ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو - جو ہمیں بخوبی جانتا ہے - ان سے محبت' ان کی اتباع' ان کے منہج کے التزام' اور ان کے نقش قدم کی رہروی پر گواہ بناتے ہیں' امید کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل

---

[1] اسے امام بخاری (۳۶۸۸) اور امام مسلم (۲۶۳۹) نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

سے رسول گرامی محمد ﷺ کے حوض پر اُن کے ساتھ ہوں گے' تا کہ سیر ہو کر پئیں نہ کہ دھتکارے جائیں!

اور یقیناً ایسا اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب مکمل تسلیم وتابعداری کے ساتھ سچی اتباع اور حقیقی فرمانبرداری ہو' جیسا کہ رب سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ حَتَّیٰ یُحَکِّمُوکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُواْ فِیْ أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُواْ تَسْلِیْماً﴾ [النساء: ۶۵]۔

تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے تمام اختلافی مسائل میں آپ کو حکم اور فیصل نہ بنالیں، پھر آپ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں کوئی حرج نہ محسوس کریں، اور مکمل طور سے سرِ تسلیم خم کردیں۔

اور اللہ کی قسم! حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اور نفس کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرتے ہوئے' لوگوں کی باتوں کی طرف التفات کرنے اور ان کے اونچے القاب ومناصب کو دیکھنے کے بجائے اپنی ذات پر نظرِ ثانی کرنا اور حق کی طرف پلٹ جانا کیا خوب ہے۔

یہ بڑا عظیم کام ہے' اس کی بے شمار مثالیں تاریخ نے ہمارے لئے اپنے دامن میں سمیٹ رکھی ہیں' یعنی منحرفین کے حق کی طرف پلٹنے [1] اور گمراہوں کے راہ یاب ہونے کی مثالیں تاریخ میں بکثرت ہیں' لیکن میں یہاں صرف ایک مثال ایک ایسے عالم کی پیش کرتا ہوں جسے امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء (۱۷/۱۱۹) میں "**الملحد الضال**" (گمراہ بددین) کے وصف سے اور علامہ سبکی رحمہ اللہ نے طبقات الشافعیہ (۵/۲۸۶) میں "**المتكلم الصوفي**" (فلسفی صوفی) کے وصف سے متصف فرمایا ہے۔ اور وہ ہیں ابوحیان التوحیدی جن کی وفات سنہ (۳۸۷ھ) میں ہوئی' ابوحیان التوحیدی نے اپنی مشہور کتاب ''الامتاع والمؤانسہ'' (ص ۱۴۱-۱۴۳) میں کچھ ایسی بات

[1] اس کی چند مثالیں ص (۷۵-۷۷) میں آئیں گی۔

کہی ہے جس سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ انہیں منہج اہل حدیث کی حقانیت کا بخوبی علم اور اہل کلام صوفیاء کے طریقوں کے فساد کی اچھی واقفیت تھی؛ چنانچہ ابوحیان عفا اللہ عنہ کسی شیخ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''...علم کلام میں ان کا مقام سب سے بلند تھا' لیکن اس کے باوجود وہ بد باطن' اندرونی طور پر گندے اور قلیل الیقین تھے' اس لئے کہ جس طریقہ پر وہ لوگ قائم اور گامزن ہیں' وہ انہیں محض شک شبہہ تک ہی لے جاسکتا ہے' کیونکہ دین میں ہر باب میں ''کتنا'' اور ''کیسا'' نہیں ہے! اور اسی لئے اہل حدیث واثر کو اہل کلام اور اہل نظر (فلاسفہ) پر امتیاز حاصل ہے۔

شبہات سے خالی دل اس سینہ سے کہیں زیادہ سلامت ہوتا ہے جو شکوک وشبہات سے بھرا ہوا ہو' اور ہٹ دھرمی سے کبھی خیر و بھلائی نہیں آتی، اسی لئے کہا گیا ہے: جو کلام (فلسفہ) سے دین حاصل کرے گا ملحد (بے دین) ہو جائے گا....

یہ وصیت یونہی بلا جانچ پڑتال عام نہیں ہوئی ہے' بلکہ ایک لمبی مدت اور زمانہ کے مسلسل تجربہ کے بعد تحریر کی گئی ہے؛ کہ ایک شخص (فلسفی) سو مسائل میں گفتگو کرتا ہے اور سو دلائل پیش کرتا ہے' لیکن اس کے باوجود آپ اس میں کوئی خشوع' رقت' تقویٰ یا آنسو کا ایک قطرہ نہیں پائیں گے۔

اس کے برعکس بہت سے ایسے لوگ جو لکھتے ہیں' نہ پڑھتے ہیں' نہ کوئی حجت ومناظرہ ان کے بس کا ہوتا ہے' اور نہ ان کی کوئی عزت وتکریم کی جاتی ہے' اس گروہ اہل کلام سے کہیں بہتر' نرم گوشہ' متواضع دل' اللہ سے ڈرنے والے' آخرت کو یاد کرنے والے' ثواب وعذاب کا یقین کرنے والے' غلطی وچوک پر غمگین ہونے والے' چھوٹے گناہوں پر اللہ کی پناہ کے طالب اور توبہ کر کے اللہ سے رجوع کرنے والے ہیں۔

میں کسی متکلم (فلسفی) کو نہیں جانتا جو اپنی عمر میں کبھی اللہ کے خوف سے رویا ہو' یا خوف الٰہی کے باعث اس کی آنکھیں اشکبار ہوئی ہوں' یا اپنی چاہت سے کوئی گناہ کبیرہ ترک کیا ہو' یہ لوگ محض

استہزاء وٹھٹھا کرتے ہوئے مناظرہ کرتے ہیں' تعصب میں باہم حسد کرتے ہیں' پسپائی سے مڈبھیڑ کرتے ہیں' اور انتقامی جذبہ سے کتابیں تصنیف کرتے ہیں!

اللہ ان کی رگیں کاٹ دے' انہیں بیخ و بن سے اکھاڑ دے' انہیں مٹا کر بندوں اور ملکوں کو ان سے راحت پہنچائے' کیونکہ ان کے سبب بہت بڑی مصیبت آن پڑی ہے' ہر چھوٹے بڑے کو ان کی آفت اپنے لپیٹ میں لے رکھی ہے' ان کے جراثیم سرایت کر چکے ہیں' اور ان کا علاج دشوار ہو چکا ہے' اور میں امید کرتا ہوں دنیا سے اس وقت تک نہ جاؤں جب تک ان کی عمارت کو زمین بوس اور ان میں رہنے والوں کو نیست و نابود نہ دیکھ لوں''۔

میں کہتا ہوں: یہ اس شخص کی شہادت ہے' جو ان سے بخوبی واقف کار' ان کے افکار کا جاننے والا' اور ان کے عقائد و نظریات کا علم رکھنے والا ہے' لہٰذا ہو سکتا ہے کہ یہ ان کی طرف سے راہ حق کی طرف رجوع اور صحیح منہج کا اختیار ہو، اللہ انہیں معاف فرمائے۔

امام ابو حیان کا یہ تلخ تجربہ موجودہ دور کے ان لوگوں کے لئے ہدایت کا سبب کیوں نہیں بنتا جو اب تک اُن حضرات صوفیاء کی زوال پذیر میراث کو پکڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں؟؟

شاید...... ہو سکتا ہے' ایسا ہو!!!

بعدہ:

میرے طالب علم بھائی! یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے' ایک اہم اور منفرد کتاب ہے جس میں اس کے مولف رحمہ اللہ نے نہایت سنجیدہ اور لطیف علمی اسلوب میں یہ ثابت کیا ہے کہ اہل حدیث ہی سب سے زیادہ حق پرست ہیں' اور ان کا عقیدہ و منہج سب سے سچا اور عمدہ ہے۔

اور مصنف رحمہ اللہ نے اس کے اثبات اور استدلال میں قرآن کریم' احادیث نبویہ اور آثار سلف کے مختلف نصوص پیش کیے ہیں۔

اور مولف رحمہ اللہ کی اس کتاب کی قیمت اس طور پر نمایاں ہوتی ہے کہ مولف نے اسے

متعصب مقلدین مذاہب کے ساتھ سخت کشمکش اور رسا کشی کے نتیجہ میں حوالہ قلم کیا ہے' اسی لئے یہ کتاب نہایت مفید اور نفع بخش ثابت ہوئی۔

انہی اسباب کے پیش نظر اور ساتھ ہی منہج اہل حدیث اور داعیان سنت رسول کی نصرت وحمایت کی غرض سے میں نے اس کتاب کی اشاعت کو ضروری سمجھا اور اس کی دوبارہ طباعت کی اہمیت محسوس کی' کیونکہ یہ کتاب حق وصداقت کے دلائل وبراہین کا گنجینہ ہے۔

میں اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ اس کتاب سے مومنوں کو نفع پہنچائے' راہ ہدایت سے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت عطا فرمائے اور اسے علماء وطلباء کا سرمایہ بنائے؛ بیشک وہ خوب سننے اور قبول کرنے والا ہے۔ وآخر دعوانا أن الحمدللہ رب العالمین۔

مولف رحمہ اللہ کا مختصر سوانحی خاکہ

مجھے مولف رحمہ اللہ کی سوانح صرف فاضل بھائی شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالجبار فریوائی جزاہ اللہ خیراً کی کتاب "جھود مخلصة في خدمة السنة المطھرة" (ص۱۹۴-۱۹۵) میں ملی؛ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

(شیخ علامہ احمد بن محمد الدہلوی المدنی رحمہ اللہ) حرکت ونشاط سے معروف علماء حدیث میں سے ہیں، آپ نے شیخ عبدالوہاب ملتانی رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا، اور سرزمین ہند میں سنت رسول ﷺ اور عقیدہ سلف صالحین کی نشر واشاعت میں مشغول ہو گئے، پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اور حرم مدنی میں علمی وتدریسی ذمہ داریاں انجام دیں، دہلی کے کبیر ترین دولتمند حافظ حمید اللہ دہلوی سلفی کے تعاون سے دارالحدیث مکہ مکرمہ اور دارالحدیث مدینہ منورہ قائم کیا، اور پھر دارالحدیث مدینہ منورہ میں کتب سنت کی تدریس اور طالبان حدیث واہل حدیث کی خدمت کے لئے وقف ہو گے۔

آپ کی چند تصنیفات بھی ہیں، ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

۱- تاریخ اہل حدیث [1]۔

۲- مسائل اللحیۃ (یہ دونوں کتابیں عربی میں ہیں)۔

---

[1] یہ یہی زیر نظر کتاب ہے جو بہت پہلے سنہ ۱۳۵۳ھ میں کریمی پریس لاہور، پنجاب، ہند سے شائع ہوئی تھی۔
میں نے کچھ چھ سال پیشتر اس کی زیراکس کاپی اپنے بعض طلبہ برادران سے حاصل کی تھی، اور انہوں نے اسی وقت مجھے بتایا تھا کہ کوئی اس کی تحقیق کر رہا ہے، لیکن جب ایک لمبے عرصے کے بعد بھی اس کتاب کے سلسلہ میں کوئی چیز سننے یا دیکھنے میں نہ آئی تو میں نے فوری طور پر اس کی تحقیق واشاعت کا فیصلہ کر لیا، اللہ عزوجل سے اخلاص وثواب کا خواستگار ہوں۔

۳- مناسک الحج۔

۴- کیفیۃ الصلاۃ۔ (یہ دونوں کتابیں اردو میں ہیں)۔

مولف رحمہ اللہ کے کچھ شاگردان بھی ہیں، جو اہل سنت وعلماء حدیث میں سے ہیں، ان میں سب سے مشہور شیخ عبدالرحمٰن افریقی رحمہ اللہ اور ہمارے فاضل استاذ گرامی شیخ عمر فلاتہ ہیں، اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور ان کے ذریعہ نفع پہچائے[1]۔

اسی طرح آپ کے صاحبزادے شیخ سیف الرحمٰن احمد ہیں، جو علم وتصنیف سے شغف رکھتے ہیں، اوران کے کچھ مفید رسائل بھی ہیں، اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

شیخ رحمہ اللہ کی وفات جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۷۵ھ میں ہوئی[2]۔

☆☆☆☆☆

---

① فضیلۃ الشیخ علامہ عمر بن محمد فلاتی یا فلاتہ رحمہ اللہ مغربی افریقہ کے ایک نہایت بلند پایہ محدث، فقیہ، مفسر اور ادیب ومربی ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۳۴۵ھ میں مکہ مکرمہ کے قریب ہوئی، تقریبا نصف صدی آپ مسجد نبوی میں بحیثیت مدرس رہے، پوری عمر میں ۵۳/ حج اور بکثرت عمرے ادا کئے، پوری زندگی کتاب وسنت کی خدمت میں صرف کر دی، اور بالآخر چوہتر سال کی عمر پا کر ۱۴۱۹/۱۱/۲۹ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائے، صلاۃ عصر کے بعد مسجد نبوی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وأدخلہ فسیح جناتہ، آمین۔ (مترجم: ع س م)

② جیسا کہ اس بارے میں شیخ عمر فلاتہ رحمہ اللہ نے مجھے بذریعہ ٹیلیفون مطلع فرمایا، جزاہ اللہ خیراً۔ ساتھ ہی شیخ رحمہ اللہ نے اپنے قلم سے مولف رحمہ اللہ کی تفصیلی سوانح عمری ارسال فرمانے کا بھی مجھ سے وعدہ فرمایا، لیکن موصول نہ ہونے کے سبب اس وقت کتاب کی طباعت اس کے بغیر ہی ہو رہی ہے، امید کہ ان شاء اللہ ہم اسے دوسرے ایڈیشن میں شامل فرمائیں گے۔

میں کہتا ہوں: پھر کتاب کی کمپوزنگ اور اشاعت کے لئے تیار کئے جانے کے بعد شیخ رحمہ اللہ کی طرف سے یہ سوانح موصول ہوگئی، اللہ آپ کے ذریعہ نفع پہنچائے، اور میں نے اس کے صفحات پر حرفی نمبرات ڈال کر اپنے اس مقدمہ کے مابعد شامل اشاعت کر دیا ہے۔

نوٹ: لیکن ترجمہ میں ان صفحات کو بلا تفریق مسلسل نمبر میں شامل کر لیا گیا ہے۔ (ع س م)

سوانح شیخ علامہ احمد بن محمد دہلوی رحمہ اللہ

بقلم شاگرد شیخ: فضیلۃ الشیخ عمر بن محمد فلاتہ رحمہ اللہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين، وعلى آله وصحبه أجمعين.

حمد وصلاۃ کے بعد:

یہ ہمارے استاذ گرامی شیخ علامہ احمد دہلوی رحمہ اللہ کی مختصر سوانح ہے، جسے میں نے بعض برادران علم کی خواہش ودرخواست پر تحریر کیا ہے۔ چنانچہ اللہ کی توفیق سے عرض کرتا ہوں:

☆ اسم گرامی:

شیخ احمد بن محمد الدہلوی، پھر مدنی۔

آپ دعوت ونشاط سے معروف علماء حدیث میں سے ہیں۔

☆ آپ کی پرورش اور اساتذہ:

اپنے شیخ عبدالوہاب ملتانی سے کسب فیض کیا، اور سرزمین ہند میں سنت رسول اور عقیدۂ سلف کی نشرواشاعت میں مشغول ہوگئے، پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اور مسجد نبوی شریف میں علمی وتدریسی خدمات انجام دیں، مدینہ طیبہ میں دارالحدیث قائم کیا، اسی طرح مکہ مکرمہ میں دارالحدیث کے قیام کے لئے تگ ودو کی اور شیخ عبدالظاہر ابوالسمح اور ان کے ساتھ مکہ مکرمہ کے دیگر علماء حدیث کو دارالحدیث مکہ مکرمہ کے سلسلہ میں آمادہ کیا اور اس کے اہتمام پر توجہ دلائی۔

اس سلسلہ میں حافظ حمید اللہ دہلوی سلفی اور ان کے بھائی محمد رفیع سلفی' جو کہ دونوں دہلی کے بڑے دولتمندوں میں سے ہیں' نے اُن کی مدد فرمائی۔

اور پھر دار الحدیث مدنیہ میں حدیث شریف کی کتابوں کی تدریس اور طالبان حدیث و اہل حدیث کی خدمت میں لگ گئے۔

اور آپ کے استاذ شیخ عبد الوہاب ملتانی دہلوی جن کی پیدائش (۱۲۸۰ھ) اور وفات (۱۳۵۱ھ) میں ہوئی' ہندوستان کے مشہور و معروف علمائے حدیث میں سے ہیں' انہوں نے سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ کے شاگرد شیخ منصور الرحمٰن رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا۔

آپ نے اپنی زندگی کے تقریباً ساٹھ سال دہلی میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں صرف کر دیئے' آپ کی تصنیف کردہ کئی کتابیں اور رسائل ہیں' جن میں سے زیادہ تر فروع اور اختلافی مسائل سے متعلق ہیں' بعض مسائل اور اسی طرح سلفی دعوت کے سلسلہ میں آپ کے کچھ خاص نقطۂ نظر ہیں' نیز ''مشکاۃ المصابیح'' اور ''عون المعبود'' پر آپ نے تعلیق بھی لگائی ہے۔

اور امام' علامہ' مجدد' محدث شیخ سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ جن کی پیدائش (۱۲۲۰ھ) اور وفات (۱۳۲۰ھ) میں ہوئی' ہندوستان میں ایک مدرسۂ حدیث کے مالک ہیں' آپ کے دور میں -اللہ کے فضل و کرم کے بعد- آپ کی کوششوں کی بدولت سنت کی حرکت کو عجیب وغریب عروج و ارتقاء حاصل ہوا' آپ کے شاگردان ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے' اور تدریس' تالیف اور دعوت و تبلیغ وغیرہ کے ذریعہ اپنی تمام تر توجہات سنت کی نشر و شاعت اور اس کے احیاء و تجدید پر صرف کر دیں۔

سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سورج گڈھ نامی گاؤں میں پیدا ہوئے' آپ نے حصول علم کے لئے کئی شہروں کا سفر کیا' آپ نے امامین شہیدین -ولانزکی علی اللہ احداً- سید احمد بن عرفان

اور شاہ اسماعیل دہلوی رحمہما اللہ کی جہادی تحریک کے قائدین ولیڈران سے ملاقات کی، پھر دہلی کا سفر کیا اور وہاں کے اساتذہ سے کسب علم کیا، اور علامہ محدث اسحاق دہلوی سے تیرہ سالوں تک مستقل وابستہ رہ کر اُن کے علوم سے آسودہ ہوگئے، شیخ اسحاق رحمہ اللہ نے سنہ (۱۲۵۸ھ) میں مکہ مکرمہ ہجرت کرتے وقت آپ کو اپنا جانشین نامزد کیا[1]۔

☆ آپ کی اولاد:

آپ کے پسماندگان میں کئی اولاد ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

۱- سیف الرحمٰن بن احمد الدہلوی۔

۲- منصور بن احمد۔

۳- اُمۃ الرحمٰن بنت احمد۔

☆ آپ کے شاگردان:

ہندوستان میں اور اسی طرح مدینہ منورہ میں جب آپ سلطان عبد العزیز بن عبد الرحمٰن آل سعود رحمہ اللہ کے حکم سے مسجد نبوی شریف میں مدرس تھے، آپ سے بے شمار طلبۂ علم نے استفادہ کیا، نیز دار الحدیث مدینہ میں زیر تعلیم طلبہ نے بھی آپ سے کسب فیض کیا، جسے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد سنہ (۱۳۵۰ھ) میں جلالۃ السلطان عبد العزیز آل سعود رحمہ اللہ کی اجازت سے خود آپ نے قائم کیا تھا، چند مشہور شاگردان حسب ذیل ہیں:

۱- شیخ عبد الرحمٰن بن یوسف الافریقی رحمہ اللہ: جو مسجد نبوی شریف کے مدرس، دار الحدیث مدنیہ کے ڈائریکٹر اور کلیۃ الشریعہ ریاض کے استاذ رہ چکے ہیں۔

۲- شیخ یونس نوح الزبر ماوی: جو مسجد نبوی شریف اور مدرسہ دار الحدیث مدنیہ کے مدرس رہ

---

① اقتباس ماخوذ از کتاب ''جهود مخلصة في خدمة السنة المطهرة''۔

چکے ہیں۔

۳- شیخ اسحاق بن محمد الزبرماوی: جو مسجد نبوی شریف اور مدرسہ دار الحدیث کے مدرس رہ چکے ہیں۔

۴- شیخ مرزوق بن محمد عبد المؤمن الفلاّنی: جو مسجد حرام کے مدرس' مرکز ہیئۃ الامر بالمعروف جَرْوَل' مکہ مکرمہ کے رئیس رہ چکے ہیں، رحمہ اللہ۔

۵- شیخ عبد الحمید السیلانی: جو جمہوریہ سیلان کے اسلامی داعی ہیں۔

۶- شیخ احمد عبد اللہ کنفر الاندونسی: جو دار الحدیث مدینہ کے مدرس رہ چکے ہیں' رحمہ اللہ۔

۷- شیخ محمد بن عبد الرؤوف الملیباری: جو مکتبہ سلفیہ ریاض کے بانی اور معہد مسجد حرام مکہ مکرمہ کے نگراں ہیں۔

۸- شیخ عمر بن محمد بکر فُلاتہ: جو دار الحدیث مدینہ کے ڈائریکٹر' مسجد نبوی شریف کے مدرس' جامعہ اسلامیہ کے جنرل سکریٹری' دعوت کونسل جامعہ اسلامیہ کے رئیس' مرکز السنۃ والسیرۃ النبویۃ' جامعہ اسلامیہ کے ڈائریکٹر اور مسجد نبوی نگرانی کمیٹی کے ممبر ہیں۔

۹- شیخ حامد ابو بکر حسین فُلاتہ: جو مسجد نبوی شریف کے مدرس' مدیر مدرسہ دار الحدیث الخیریہ کے وکیل' اور مسجد نبوی شریف نگرانی کمیٹی کے ممبر ہیں۔

۱۰- شیخ عبد الکریم بن عبد الرحمٰن الزہرانی: جو دار الحدیث مدینہ منورہ کے مدرس ہیں۔

☆ آپ کی خط وکتابت:

شیخ احمد دہلوی اور جلالۃ الملک عبد العزیز آل سعود کے مابین کئی بار خط وکتابت ہوئی' اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ملک عبد العزیز رحمہ اللہ کو دوبارہ حرمین شریفین اور بلاد سعودیہ پر حکومت کی توفیق بخشی۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اس کا سبب محض عقیدہ ومنہج کی یکسانیت اور اتحاد ہے' جس کا نچوڑ اللہ کے لئے خالص اخلاص اور نبی کریم ﷺ کی خالص اتباع ہے۔ نیز عقیدہ سلف کے دشمنوں کی جانب سے ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ کے خلاف پھیلائے گئے باطل پروپیگنڈوں اور اوہام وخرافات کا دفاع ہے، اور مختلف مناسبتوں میں آپ اپنی مجلس میں یہ شعر گنگنایا کرتے تھے:

وتادى الصقر والبازي　　　　استوى السعود على الحجاز

شکرہ وباز نے بھی اعلان کردیا کہ آل سعود حجاز پر قابض ہو چکے ہیں۔

ذیل میں فضیلۃ الشیخ احمد دہلوی اور دار الحدیث دہلی میں آپ کے ساتھیوں کے طرف مورخہ ۱۷/۱۲/۱۳۴۵ھ نمبر (۱۰۷۴) کوارسال کردہ شاہی خطاب کا نص ملاحظہ فرمائیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

آپ کے حالات کی خیریت درکار ہے' آپ کو ہمیشہ خیر وسرور نصیب ہو ہمارے حالات بھی الحمدللہ بہتر ہیں' ہمیں آپ کا نامہ موصول ہوا' پڑھ کر آپ کے حالات سے بڑی خوشی ہوئی' آپ نے جو بات ذکر کی ہے وہ آپ کے خیر اندیش کو معلوم ہے' خاص طور سے آپ نے اپنے خط میں جو اخلاص ومحبت بھرے جملے تحریر کئے ہیں' وہ یقیناً نیک نیتی اور پاکیزگی اندرونی پر دلالت کناں ہیں' ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اللہ واسطے اور اللہ کے لئے ہوں' اور دعا گو ہیں کہ اللہ عزوجل تمام لوگوں کو دین ودنیا میں خیر وبھلائی والے کاموں کی توفیق بخشے' اپنے دین وکتاب کی حفاظت فرمائے' اپنا کلمہ بلند فرمائے' اور ہمیں اور آپ کو اپنے انصار ومددگاروں میں سے بنائے، اور اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔

☆ آپ کی ہجرت:

اسی سال آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کیا اور وہیں مستقل طور پر داعی ومعلم اور مسجد نبوی میں عربی اور-موسم حج میں اردو بولنے والوں کے لئے-اردو زبان میں مرشد ہو گئے۔

☆ دارالحدیث کا قیام:

اوراسی درمیان آپ نے دعوت وارشاداور مدینہ منورہ میں دارالحدیث کے قیام کے سلسلہ میں اس وقت دہلی کے بڑے اہل خیر سے تعاون کے لئے ہندوستان کا سفر بھی کیا' اور اللہ عزوجل کی توفیق سے اس سلسلہ میں آپ کو کامیابی ملی' اور سنہ ۱۳۵۰ھ میں آپ نے جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کو درخواست پیش کر کے مدینہ منورہ میں مدرسہ دارالحدیث کی بنیاد رکھی' اوراس سلسلہ میں جلالۃ الملک رحمہ اللہ سے اس نیک کام کی منظوری اور ہر طرح کا تعاون حاصل ہوا۔

اورآپ نے مدینہ منورہ میں مدرسہ دارالحدیث اس لئے قائم کیا تھا تاکہ حجاز مقدس میں سلف صالحین کے منہج پر کتاب وسنت کی تعلیم عام ہو' علوم قرآن سنت سے بہرہ ور علماء' واعظین ومرشدین اور ہدایت یافتہ دعاۃ ومبلغین پر مشتمل باکمال افراد کی ایک ٹیم تیار ہو' تاکہ یہ سرزمین مقدس دعوت حق کی نشرواشاعت کے اپنے سابقہ مشن پر بحال ہو سکے' کیونکہ یہی نورالٰہی کا سرچشمہ' وحی ربانی کا محور' قیامت تک کے لئے نور رسالت کی صبحِ ضوفشاں اور اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے۔

مدرسہ دارالحدیث کے چند اہداف ومقاصد:

۱- سرزمین حجاز میں کتاب الٰہی اور سنت مطہرہ پر عمل آوری کی تجدید کے ذریعہ علم وآگہی کی نشرواشاعت۔

۲- علماء محققین کی تیاری' جو لوگوں کو حقیقی اسلام اور توحید خالص کی دعوت دیں' غافل وسادہ لوح مسلمانوں کے سروں سے جہالت کی بدلیوں کو ہٹا کر' ان کی تاریک راہوں پر نور کی کرنیں بکھیریں' اورانہیں صراط مستقیم کی رہنمائی کریں۔

۳- دینی غیرت وحمیت کی روح بیدار کرنا' تاکہ لوگ اس دین محکم کی دعوت میں انتھک کوششیں صرف کرنے کے لئے آمادہ ہوں' جسے اللہ عزوجل نے انسانیت کے منتخب کیا ہے اور جس

پر نبی رحمت ﷺ نے امت کو چھوڑا ہے۔

۴- صحیح اسلامی عقیدہ اور اللہ کی خالص عبادت کی بنیاد پر ایک بیدار مغز اسلامی نسل کی تربیت میں شرکت وتعاون۔

☆ آپ کی تالیفات:

یوں تو شیخ موصوف رحمہ اللہ دعوت وارشاد کی مشغولیت اور مدرسہ کے مسائل اور اس کی تعمیر و ترقی کے سلسلہ میں خصوصی اہتمام کے سبب' تصنیف وتالیف کے لئے وقت نہ پا سکے' لیکن اس کے باوجود آپ نے چند کتابیں تالیف کی ہیں' چند حسب ذیل ہیں:

۱- تاریخ اہل الحدیث، یہ درمیانی سائز کے ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل ایک مختصری کتاب ہے، ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اردن کے ایک سلفی عالم اور داعی شیخ علی بن حسن الحلبی اس کی تحقیق کا کام کر رہے ہیں۔

۲- مسائل اللحیۃ۔

۳- مناسک الحج، اردو زبان میں۔

۴- کیفیۃ صلاۃ المرأۃ، اردو زبان میں۔

اور مدرسہ دار الحدیث کے استاذ' آپ کے صاحبزادے شیخ سیف الرحمٰن کے بھی مصطلح اور سیرت رسول میں چند رسائل ہیں' اسی طرح تبلیغی جماعت کے طریقہ کار پر نقد کے سلسلہ میں بھی ایک کتاب ہے۔

☆ مکتبہ اہل حدیث کا قیام:

اس مکتبہ کو خود اس کے بانی وموسس شیخ احمد بن محمد الدہلوی رحمہ اللہ نے بذریعہ شرعی نقل ملکیت نامہ نمبر (۶۳) و بتاریخ ۲۱/محرم ۱۳۶۵ھ بنام مکتبہ اہل حدیث وقف کیا، یہ مکتبہ اس وقت سے آج

تک چھٹی کے دنوں کے علاوہ ہمیشہ زائرین کے لئے کھلتا ہے'اس میں تفسیر' حدیث' فقہ'اصول فقہ' عربی زبان وادب اور تاریخ وغیرہ فنون کی دسیوں ہزار کتابیں موجود ہیں۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہندوستان کی ایک نیک کار اور مخلص شخصیت الحاج محمد رفیع کو توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے اس مدرسہ ومکتبہ اہل حدیث میں دینی واسلامی علوم ومعارف کی تدریس اور نشرو اشاعت کے لئے بذریعہ شرعی نقل ملکیت نامہ نمبر (۴۶۱) وبتاریخ ۸/۱۱/۱۳۶۸ھ' مسجد نبوی شریف سے قریب ایک عمارت وقف فرما دی' جسے ''وقف مکتبہ اہل حدیث و مدرسہ دار الحدیث' مدینہ منورہ'' کا نام دیا گیا' جس کے ذریعہ اللہ عز وجل نے اس کے لئے کوئی جگہ کرایہ پر لینے یا عمارت تعمیر کئے جانے سے مستغنی کر دیا' اور الحمدللہ یہ مکتبہ ومدرسہ بحسن وخوبی اپنی ذمہ داری نبھا رہے ہیں' اور اس وقف میں شیخ عبدالرحمٰن افریقی رحمہ اللہ کو وکیل بنایا گیا۔

☆ آپ کے صفات:

جہاں تک آپ کے جسمانی اوصاف کا تعلق ہے تو آپ گندمی رنگ کے' دبلے پتلے اور لمبائی مائل قد والے تھے' آپ کی داڑھی سفید لمبی تھی' جب غصہ ہوتے یا مسائل میں فکرمند ہوتے تو اپنا ہاتھ داڑھی پر رکھ لیتے' آپ اپنی مونچھیں باریک کیا کرتے' عمامہ اور قمیص پہنتے اور ہندوستانی صدری زیب تن کرتے تھے' اور لاٹھی پر ٹیک لگایا کرتے تھے' آپ کی عقلی اور جسمانی کسی قوت میں کوئی خلل نہ ہوا تھا' البتہ بینائی کمزور تھی' لہٰذا نگاہ کی طاقت کے لئے ہمیشہ چشمہ لگایا کرتے تھے۔

آپ بارعب' خاموش مزاج اور للہ فی اللہ محبت کرنے والے کے ساتھ نیک معاملہ اور دشمنان سنت کے لئے فولاد تھے' کسی ملامت گر کی ملامت سے بے خوف حق بات علانیہ کہتے' ٹھوس حجت کے مالک تھے' جب کچھ بولتے تو منوا کر رہتے' جب غصہ ہوتے تو خاموش ہو جاتے' نیک ضمیر' اور غصہ سے جلد ٹھنڈے ہو جانے والے تھے' طلبہ کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آتے' اور حسب

استطاعت انہیں راحت بہم پہنچانے کے لئے فکرمند رہتے۔

آپ کے سلسلہ میں مشہور ہے کہ عالمی جنگ اور ہندوستان سے آنے والے اشیاء خوردنی کے بند ہو جانے کے سبب جب حجاز میں بھکمری کی کیفیت تھی' تب آپ اپنے طلبہ کو گیہوں فراہم کرتے تھے' اور اپنے اہل وعیال کو مکئی کھلاتے تھے' ایسے ہی طلبہ کو ٹھنڈک سے بچانے کے لئے کاٹن کے لحاف فراہم کرتے تھے' جبکہ آپ کے اہل وعیال کھردے اور پھٹے پرانے لحاف پر گزارا کرتے تھے۔

☆ آپ کی وفات:

جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۷۵ھ میں شیخ رحمہ اللہ بڑھاپے اور درازیٔ عمر کے ساتھ ساتھ سخت امراض سے دوچار ہوئے' چنانچہ آپ نے عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ کا سفر کیا' پھر وہیں سے علاج کے لئے ہندوستان سفر کرنا چاہا لیکن جدہ پہنچے تو مرض شدت اختیار کر گیا' لہٰذا ہندوستان سفر نہ کر سکے' اور اپنے رفیق خاص علامہ سلفی شیخ محمد نصیف کے گھر میں انتقال کر گئے' بالآخر سنت محمدیہ کی خدمت اور اور اس کے تمسک کی دعوت کے سلسلہ میں حد درجہ محنت اور سخت مقابلہ آرائی کے بعد علامہ موصوف کو جدہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

علامہ رحمہ اللہ اندھی تقلید کرنے والوں اور مخالفین سنت کے سلسلہ میں نہایت سخت تھے۔

اللہ عزوجل آپ کو آپ کے اعمال صالحہ پر جزائے خیر سے نوازے' اور ہمیں اور آپ کو سید المرسلین محمد ﷺ کے زمرہ میں شامل فرمائے۔

إنه ولی ذلک والقادر علیه، وصلی الله وبارک علی سیدنا ونبینا محمد وعلی آله وصحبه وسلم۔

اسے بڑی عجلت میں عمر بن محمد فلاتہ نے املا کرایا

مورخہ: ۲۵/۶/۱۴۱۴ھ

مقدمۂ کتاب کے اخیر میں مولف رحمہ اللہ کی تحریر

ارشاد باری ہے:

﴿وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ﴾ [البقرة:۱۴۴]۔

بیشک اہل کتاب بخوبی جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔

نیز ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ﴾ [البقرة:۱۸۳]۔

گواہی نہ چھپاؤ۔

علماء کرام سے گزارش!!

اے محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین متین کے علم کے وارثین!!

آپ تمام علماء کرام میں سے جس تک بھی یہ کتاب پہنچے میری درخواست ہے کہ اس کا مطالعہ کریں، کھلم کھلا حق کے ساتھ اس پر تنقید و تبصرہ کریں، اگر کسی مجلّہ کے ایڈیٹر ہوں تو اپنے مجلّہ میں، ورنہ اپنے خط میں لکھ کر ہمیں درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔

بندۂ ضعیف

احمد الدہلوی – خادم سنت مطہرہ، مسجد نبوی شریف

مدینہ طیبہ (حجاز عرب)

شعبان سنہ ۱۳۵۲ ہجری

دعوت انصاف

﴿اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾[المائدۃ:۸]۔

عدل وانصاف سے کام لو‘ کہ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔

اے حضرات علماء کرام! اللہ عزوجل آپ کو خوب علم‘ عمل‘ شرف اور روزی سے نوازے۔

جان لیں کہ میں نے جن مسائل پر گفتگو کی ہے وہ حسب ذیل ہیں‘ لہٰذا ان پر عادلانہ ومنصفانہ غور کریں‘ اور ان کے سلسلہ میں انصاف سے لکھیں۔ اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے۔

۱- عہد نبوی ﷺ ہی سے تاریخ جماعت اہل حدیث کا ثبوت۔

۲- ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اصول وعقائد اور فروع تمام ناحیوں سے مذہب اہل حدیث پر قائم تھے۔

۳- ائمہ رحمہم اللہ کی طرف رائج مسائل کی نسبت صحیح نہیں ہے‘ اور اُن سے حجت پکڑنا صریح غلط ہے۔

۴- سنت مطہرہ کی تدوین کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف سے حجت قائم نہیں کی جاسکتی۔

۵- تنزیل کے بعد فروعی مسائل میں بھی اختلاف کا جواز حرام ہے۔

۶- کچھ مسائل کو چھوڑ کر‘ دین کے کچھ مسائل میں اختلاف کے جواز کی تخصیص درست نہیں‘ کیونکہ ایسا کرنا دین محمدی میں تفرقہ بازی کا سبب ہے۔

۷- امام ابوالحسن اشعری کے عقیدہ کی حقیقت‘ اور ان کا توبہ اور قبول حق۔

۸- تکمیل دین کی تعریف۔

۹- اسلام کے اصول صرف دو ہیں: کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ‘ اس کے علاوہ نہ کوئی

تیسرا ہے نہ چوتھا۔

۱۰- تقلید واتباع کے مابین فرق۔

۱۱- نجات یافتہ جماعت؛ جو تمام فرقوں میں محض ایک ہے۔

۱۲- شیخ عبدالرحمٰن النجدی، فخر الرازی، ابن عربی (۱)، عز بن عبدالسلام، ابن دقیق العید، ربیع، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال۔

یہ تمام باتیں آپ کو زیر نظر کتاب میں ملیں گی۔

مصنف

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾ [ق:۳۷]۔

اس میں ہر صاحب دل کے لئے عبرت ہے اور اس کے لئے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو۔

میں نے آپ کے سامنے ایک سچی اور فیصلہ کن بات پیش کر دی ہے۔

لوگوں کے نام پیغام

اس کتاب کے پڑھنے والے کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ میری اس کتاب اور اللہ کی آیتوں کے ذریعہ میری نصیحت سے خوش ہو' اس کے تعریف کرے' یا اس پر کوئی اعتراض کرے یا اس میں کوئی غلطی نکالے جب تک کہ اسے گہری نظر اور قلب سلیم حاضر کر کے شروع سے اخیر تک پڑھ نہ لے۔

اور پھر جسے یہ کتاب حق اور درست نظر آئے اللہ عز وجل کی تعریف کرے' اور بھلی بات کہے' اور جسے اس میں کوئی لفظی یا معنوی غلطی نظر آئے' وہ مجھے خیر خواہ بھائیوں کے طرح اس سے آگاہ کرے۔

اور اسے معلوم ہونا چاہئے کہ رسول گرامی صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے' جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِن ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ﴾ [سبأ:۵۰]۔

اگر میں بہک جاؤں تو میرے بہکنے کا وبال مجھ پر ہی ہے اور اگر میں راہ ہدایت پر ہوں تو یہ سب اس وحی کے جو میرا پروردگار مجھے کرتا ہے' وہ بڑا ہی سننے والا اور بہت قریب ہے۔

بندہ احمد دہلوی

خادم سنت مطہرہ' مسجد نبوی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے رب! آسان کر اور مدد فرما' تو بڑا اچھا مددگار ہے۔

خادم سنت مطہرہ (مسجد نبوی) شریف احمد دہلوی کہتا ہے:

بعض نام نہاد علماء [1] کہتے ہیں: در حقیقت اہل حدیثوں کا تقلید شخصی کے بغیر مستقل طور پر کتاب وسنت اپنانے کی دعوت دینا ہی وہ بنیادی سبب ہے جس نے انہیں شریعت میں اجتہاد کرنے' مذاہب اربعہ کی تقلید اور انہیں بطور مسلک اختیار کرنے سے بے نیازی پر جری کر دیا ہے!! حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ جو کسی امام کی تقلید نہ کرے' چاروں مذاہب میں سے کوئی مذہب اختیار نہ کرے وہ صراط مستقیم سے خارج اور نجات یافتہ جماعت سے منحرف ہے [2]!!!

اسی طرح یہ بات بھی معلوم ہے کہ اہل حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تھے' نہ تابعین وتبع تابعین کے زمانے میں' اور نہ ہی سلف صالحین' جن کے سلسلہ میں خیر کی شہادت دی گئی ہے کے زمانہ میں سابق مسلمانوں میں کوئی اہل حدیث نام سے موسوم ہی تھا!! اور اس وقت جب اہل حدیث کا مذہب موجود ہی نہ تھا تو وہ بلا شبہ نیا اور پانچواں مذہب ہے [3]!!

اس میں کوئی شک نہیں ایسا کہنے والا تاریخ اہل حدیث سے نابلد ہے' اور اس سے اس کا مقصد محض جماعت اہل حدیث کے سلسلہ میں بدگمانی پھیلانا ہے' تاکہ ان سے لوگوں کو متنفر کر سکے اور ان

---

[1] آج کل ان جیسے لوگ بہت ہیں' اور بلا علم وبصیرت ان کی تقلید کرنے والے تو حد سے زیادہ ہیں!

[2] یہ ان نام نہاد لوگوں اور ان کے دم چھلوں کی باتیں ہیں!

[3] یہ نہایت گھناؤنا الزام ہے' اور اس کی رٹ لگانے والوں کو ہم آج بھی سنتے رہتے ہیں!!

کے کتاب وسنت سے رہنمائی کی راہ میں حائل ہو سکے...

لہٰذا اصل جرأت منداور افتراپرداز یہ ہے، نہ کہ وہ جو صراط مستقیم کی روشن شاہراہ کی رہنمائی کر رہا ہے۔

میں نے اپنی مبارک دعوت میں حق سے سرفراز منداس طائفہ منصورہ (اہل حدیث) کی تاریخ کے سلسلہ میں اپنی نوعیت کی یہ ایک منفرد کتاب تحریر کی ہے، امید کہ اللہ عزوجل اس کے ذریعہ ایسا کہنے والے اور اس کے ساتھیوں کو ہدایت اور انہیں رسول گرامی ﷺ کے اسوہ پر گامزن ہونے کی توفیق دے گا، تاکہ میں رسول اکرم ﷺ کی بشارت سے سرفراز ہوسکوں، جس میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

"لأن يهدي الله بك رجلاً واحداً خير لك من حمر النعم"[1]۔

اگر اللہ عزوجل آپ کے ذریعہ ایک آدمی کو بھی ہدایت دیدے تو وہ آپ کے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔

میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ اسے نیک نیتی کے ساتھ تحقیق حق کی راہ میں لوگوں کے لئے مکمل نفع بخش بنائے، اور اسے میرے لئے نعمتوں بھری جنت میں داخلہ کا سبب بنائے۔

آمین یارب العالمین۔

---

① اسے امام بخاری رحمہ اللہ (۷/ ۵۸) اور امام مسلم رحمہ اللہ نے (۲۴۰۶) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

چنانچہ میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں:

صریح واضح اور قطعی دلائل و براہین سے یہ بات ثابت ہے کہ طائفۂ اہل حدیث عہد نبوی ہی سے ایک قدیم طائفہ ہے، جس کی پہلی کڑی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔

پہلی دلیل: جو باتیں ہم سے اوجھل ہیں یا ہم سے پیشتر ہوئی ہیں اُن کی معرفت ان کی بابت خبر ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے، اور ثقہ راویوں کے واسطے سے آئی ہوئی خبر متواتر علم ضروری کا فائدہ دیتی ہے؛ لہٰذا یہ بات - ثقات کے حوالے سے وارد خبر تواتر کے ذریعہ - بدیہی طور پر صحیح ثابت ہو جاتی ہے کہ طائفۂ اہل حدیث کا وجود تمام اسلامی فرقوں کے وجود میں آنے سے پہلے، عہد نبوی ہی سے ہے؛ کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ سے جو چیزیں اخذ کی تھیں، وہ مبنی بر صحت و صداقت تھیں، اس لئے آپ نے اُن کے ہاتھوں جو کچھ بھی انجام پایا اس کی حقانیت کی شہادت اسی وقت مرحمت فرما دی تھی، اور ان کے حق میں اپنی دعائے مبارک کے ذریعہ اس بات کی تصدیق بھی فرما دی تھی:

"نضر الله امرأ سمع مقالتي هذه فوعاها، فأداها كما سمعها"[1]۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے، جس نے میری اس بات کو سنا اور اسے اچھی طرح از بر کر لیا، اور پھر اسے جس طرح سنا تھا، من وعن ویسے ہی ادا کر دیا۔

اور نبی کریم ﷺ انہیں اپنی باتوں کی تبلیغ کا حکم فرما کر انہیں عادل قرار دیا، ارشاد فرمایا:

"ليبلغ الشاهد منكم الغائب"[1]۔

تم میں سے جو لوگ یہاں حاضر ہیں وہ ان باتوں کو ان تک ضرور پہنچا دیں جو یہاں نہیں ہیں۔

---

[1] یہ بیس سے زیادہ صحابہ سے مروی متواتر حدیث ہے، تفصیل کے لئے علامہ صدیق حسن خان رحمہ اللہ کی کتاب "الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ" (ص ۶۸) پر میری تعلیق ملاحظہ فرمائیں۔

اور اسی طرح آپ ﷺ نے ان کے بارے میں اس بات کی شہادت بھی فرمادی ہے وہ آپ کے بتائے ہوئے وصف پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد زریں سے لے کر نسلاً بعد نسلاً ہر دور اور ہر زمانہ میں حق پر غالب رہتے ہوئے' تا قیامت قائم و آباد رہیں گے' جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

"لا تزال طائفة من أمتي قائمة على الحق، لا يضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله" رواه البخاري ومسلم[1]۔

میرے امت کا ایک طائفہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، اُنہیں ان کے مخالفین زک نہ پہنچا سکیں گے' یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیثیں حدیث کی حفاظت وصیانت' اس کی تبلیغ اور آپ کے عہد سے لیکر آج تک آپ کے الفاظ وادائیگی کو مکمل طور پر ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کی بصحت وتمام روایت کرنے والوں کی عدالت کے سلسلہ میں نبوی پیشین گوئی ہیں۔

اور یہ چیز سب سے پہلے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے ثابت ہے' پھر ان کے بعد ان لوگوں کے لئے جو بلا انقطاع ہر دور وہر زمانہ میں نسل در نسل مذکورہ صفت کے ساتھ قیامت تک اُسی منہج پر قائم ودائم رہیں جس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عہد رسالت میں قائم تھے۔

اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں- حدیث رسول کے حفظ' تبلیغ اور اصول وفروع کے تمام چھوٹے بڑے مسائل میں ان کی اتباع حدیث کے سبب- **اہل حدیث کا لقب انہی پر غالب تھا' سب سے پہلے اہل حدیث کا لقب صحابۂ کرام ہی کو دیا گیا۔**

انہیں ان کی زندگیوں میں اور وفات کے بعد بھی "اہل حدیث" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

"اہل حدیث" نام کا آغاز' نام اور وجوداً دونوں اعتبار سے انہی صحابۂ کرام سے ہوا، اور ظاہر ہے

---

① اسے امام بخاری رحمہ اللہ (۱۳/۲۵۰) اور امام مسلم رحمہ اللہ نے (۱۰۳۷) معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس باب میں کئی صحابہ سے حدیث مروی ہے' دیکھئے: (ص:۱۵۳)۔

کہ یہ تو ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی پیدائش سے پہلے کی بات ہے' چہ جائے کہ تقلیدی مذاہب بلکہ تمام اسلامی فرقوں کا ظہور ہو۔

لہٰذا اس دلیل سے ثابت ہوا کہ طائفۂ اہل حدیث کا طریقہ کوئی نیا مذہب نہیں ہے' بلکہ یہ تو وہ اولین ترین بنیاد ہے جس پر نبی کریم ﷺ قائم تھے اور اسے آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے لئے چھوڑا، اور یہ لوگ الحمد للہ نبی کریم ﷺ کے عہد سے لیکر آج تک آپ کے بتائے ہوئے وصف پر بلا انقطاع عہد بہ عہد قائم ہیں' اللہ عزوجل انہیں ہر زمان و مکان میں خوب خوب بڑھائے' تا آنکہ قیامت قائم ہو جائے۔

دوسری دلیل: امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' (۱/۳۹ طبع اول) اور امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ''تاریخ بغداد'' (۹/۳-۳) اور امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''الاصابۃ'' (۹/۴۵۷) میں ذکر فرمایا ہے کہ: امام ابوبکر بن ابی داود رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

''رأيت في النوم أبا هريرة رضي الله عنه، وأنا بسجستان أصنف حديث أبي هريرة رضي الله عنه، فقلت له: إني أحبك، فقال: أنا أول صاحب حديث كا ن في الدنيا''[1]۔

جن دنوں میں سجستان میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثیں تصنیف کر رہا تھا' میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا، تو میں نے ان سے کہا: میں آپ سے بڑی محبت کرتا ہوں، تو انہوں نے فرمایا: میں دنیا کا سب سے پہلا اہل حدیث ہوں۔

میں کہتا ہوں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی رسول ہیں' نبی کریم ﷺ روایت کردہ آپ کی احادیث کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر ہے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو سے زیادہ لوگوں نے

---

① دیکھئے: سیر اعلام النبلاء (۲/۶۲۷)۔

حدیثیں روایت کی ہیں''۔ ''تذکرۃ الحفاظ''[1]۔

ابوبکر کا نام عبداللہ ہے' جو''سنن ابوداود'' کے مصنف امام ابوداود رحمہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ''ثقہ مقبول'' ہیں' ان کی نماز جنازہ تین لاکھ لوگوں نے پڑھی' اور آپ کی نماز جنازہ اسّی مرتبہ پڑھی گئی۔

اور یہ سچے مومن کامل کی پہچان ہے' جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ہمارے اور اہل بدعت کے درمیان جنازہ کے دن کا فرق ہے[2]۔

اور مومن کا خواب - نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق[3] -نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی اس بات میں صادق وعادل ہیں کہ''میں دنیا کا سب سے پہلا اہل حدیث ہوں''۔

اور یہ واقعہ اُنہوں نے اپنی واقعی زندگی کا بیان فرمایا ہے' گویا وہ نبی کریم ﷺ سے اپنی کثرت روایت کے سبب عہدِ رسالت میں آپ کہ موجودگی میں''اہل حدیث'' ہی کے نام سے معروف تھے۔

تیسری دلیل: جلیل القدر تابعی امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''جو کچھ بعد میں ہوا اگر مجھے اس کا پیشگی علم ہوتا تو میں وہی حدیثیں بیان کرتا جن پر''اہل الحدیث'' کا اجماع ہے''۔

تذکرۃ الحفاظ (۱/۷۳)۔

اس میں واضح اور صریح دلیل ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی سب سے پہلے''اہل حدیث'' کے لقب سے ملقب ہوئے، کیونکہ امام شعبی رحمہ اللہ نے پانچ سو صحابہ کو پایا[4]۔

---

[1] یہ تاریخ دمشق، امام ابن عساکر رحمہ اللہ (۱۹/ ورقہ ۱۰۵) سے ماخوذ ہے۔

[2] اصل میں یہ قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ہے' جیسا کہ تہذیب الکمال (۱/۴۶۷) میں ہے، میں نے اسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے منسوب نہیں پایا۔

[3] اسے امام بخاری نے عبادہ بن صامت (۶۹۸۷) اور ابوسعید خدری (۶۹۸۹) سے اور امام مسلم نے عبادہ بن صامت سے (۲۲۶۴) روایت کیا ہے۔

[4] دیکھئے: التاریخ الصغیر، از امام بخاری رحمہ اللہ (۱/۲۵۳)۔

''تذکرۃ الحفاظ'' (۱/ ۷۰، طبع اول) و ''شذرات الذھب'' (۱/ ۱۲۷)۔

اور امام شعبی رحمہ اللہ نے اڑتالیس صحابہ سے حدیثیں سنیں۔ ''تہذیب التہذیب'' (۵/ ۳۷) ''تاریخ بغداد'' (۱۲/ ۲۲۷) اور ان سے علم حدیث سیکھا' اور اسی لئے انہیں اُن کے خاص لقب سے یاد کیا، لہٰذا امام شعبی کے قول ''میں انہی حدیثوں کو بیان کرتا جن پر اہل حدیث کا اجماع ہے'' کی روشنی میں صحابۂ کرام ''اہل حدیث'' ہیں۔

نیز امام شعبی فرماتے ہیں: ''امض بنا نفر من أصحاب الحدیث''۔

اے اہل الحدیث کی جماعت آؤ ذرا چلیں۔ ''تذکرۃ الحفاظ'' (۱/ ۷۶، طبع اول)۔

اور ''المصباح'' [1] میں ہے کہ: ''نفر'' مردوں کی جماعت کو کہا جاتا ہے جن کی تعداد تین سے دس کے درمیان ہو۔

لہٰذا امام شعبی کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ اُن کے ساتھ اہل الحدیث کی ایک جماعت چلی۔

اور امام حافظ عبدالغنی بن سعید الازدی رحمہ اللہ کی اسماء اہل حدیث کے سلسلہ میں ''المؤتلف والمختلف'' [2] نامی ایک کتاب ہے' یہ کتاب اسماء صحابہ کے ساتھ خاص ہے [3] لیکن حافظ عبدالغنی رحمہ اللہ نے انہیں اہل الحدیث کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''شرف اصحاب الحدیث'' (ص ۶۲) میں مرفوع سند سے ذکر کیا ہے:

---

[1] المصباح المنیر، از فیومی (ص ۷۱۶)، اور بعض محققین نے اسے ''نَفِرُ'' پڑھا ہے' یعنی ہم ان سے فرار اختیار کریں' جس سے حدیث کی بابت اُن کے شدت اہتمام اور اس پر پوری طرح آمادہ و وابستہ ہونے کی طرف اشارہ ہے، مقصود یہ ہے کہ تھوڑی سی راحت کے لئے ذرا ان سے دور ہو جائیں، واللہ اعلم۔

[2] یہاں مولف رحمہ اللہ تعلیقاً فرماتے ہیں: یہ کتاب اسی نام سے مکتبہ شیخ الاسلام' مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ کتاب سنہ ۱۳۲۷ھ میں ہندوستان سے مطبوع ہے۔

[3] ایسی بات نہیں ہے' بلکہ یہ کتاب عمومی طور پر اصحاب الحدیث کے سلسلہ میں ہے' اور انہی کے ضمن میں صحابہ بھی ہیں۔

"إن الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً كما بدأ، قيل: يا رسول الله من الغرباء؟ قال: النزاع من القبائل" ①۔

بے شک اسلام اجنبیت کے عالم میں آیا تھا، اور عنقریب پھر اجنبیت سے دوچار ہوگا جس طرح شروع میں تھا، پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اجنبی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں گھربار چھوڑ کر ہجرت کر جانے والے۔

عبدان القاضی فرماتے ہیں: یہ اولین اہل الحدیث ہیں۔

میں کہتا ہوں: عبدان ② راوی حدیث ہے، جو تبع تابعین میں سے ہے، اور اوائل اہل حدیث سے اس کا مقصود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، کیونکہ صحابہ ہی اوائل اہل الحدیث ہیں، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

لہٰذا ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی سب سے پہلے لوگ ہیں جنہیں "اہل الحدیث" کے لقب سے جانا گیا، اور یہ کہ تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ انہیں اہل حدیث کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

اور یہ مبارک نام طائفۂ اہل حدیث میں نسلاً بعد نسلٍ مسلسل جاری رہا، اور آج تک جاری ہے، اللہ تعالیٰ انہیں آخری دم تک حق پر قائم رکھے، آمین۔

چوتھی دلیل: ان تمام ممالک کے لوگ جنہیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فتح کیا، اہل الحدیث کے نام سے جانے جاتے تھے؛ جیسا کہ ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر تمیمی بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب "اُصول الدین" (۱/ ۳۱۷) میں فرماتے ہیں:

"یہ بات بالکل واضح ہے کہ روم، جزیرہ، شام، آذربیجان اور باب الابواب کے حدود کے تمام

---

① "النزاع" کے ذکر کے بغیر اصل حدیث صحیح ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۱۲۷۳)۔

② دیکھئے: نزھۃ الالباب فی الالقاب، از حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۱۸۹۶)۔

لوگ مذہب اہل حدیث پر قائم تھے، اسی طرح افریقہ' اندلس' اور بحر مغرب کے پیچھے کے تمام حدود کے لوگ اہل حدیث تھے' اور اسی طرح زنج کے ساحل پر واقع یمن کے حدود کے لوگ بھی اہل حدیث تھے''۔

اور ''شذرات الذہب'' (۳۳/۱) میں ہے:

سنہ ۲۲ ہجری میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں آذربیجان اور عمرو بن العاص رضی اللہ کے ہاتھوں طرابلس فتح ہوا۔

اور (۹۹/۱) میں ہے:

سنہ ۹۲ ہجری میں موسیٰ بن نصیر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام طارق کے ہاتھوں اقلیم اندلس فتح ہوا۔

اور (۳۶/۱) میں ہے:

سنہ ۲۷ ہجری میں عبداللہ بن سعد نے اقلیم افریقہ فتح کیا۔

اور (۳۶/۱) ہی میں ہے:

سنہ ۱۴ ہجری میں ملک شام کا دمشق ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں صلحاً اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جبراً فتح کیا گیا۔

ان تمام باتوں سے ایک عقلمند شخص جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور - اللہ کے خوف سے - موت کے بعد کے لئے عمل کرے [1] یہ چیز اچھی طرح جان سکتا ہے کہ ان تمام ممالک کے لوگ جنہیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فتح کیا تھا وہ اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے' لیکن کس مذہب پر؟ دراصل ان تمام

---

(1) یہ ایک ضعیف حدیث میں وارد صحیح مفہوم کی تضمین ہے' جو مولف رحمہ اللہ نے کی ہے' جسے امام ترمذی (۲۴۶۱) اور امام ابن ماجہ (۴۲۶۰) نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے' اس کی سند میں ابوبکر بن ابومریم نامی راوی ہے؛ جو کہ ضعیف ہے۔

ممالک میں تقلید وتعصب اور مذہب پرستی کے برخلاف عمل بالحدیث رائج تھا' کیونکہ وہی حقیقی مذہب ہے جورائے پرستی اور مذہبی گروہ بندی سے بالاتر ہے، جس کا فاتحین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چھوٹے بڑے اور مرد وعورت تمام لوگوں کو تلقین فرمایا تھا۔

اور تمام لوگ دین میں تقلید وتعصب اور مذاہب پرستی کے برخلاف عمل بالحدیث ہی کے منہج پر قائم تھے' یہاں تک کہ وہ ادوار آئے جن میں فرقوں' گروہوں اور مذاہب کا ظہور ہوا' چنانچہ بادشاہوں اور نام نہاد قاضیوں نے دین کا کھلواڑ کیا' بادشاہت کی ہوس اور مقاصد کی تکمیل کی خاطر عمل بالحدیث کے اس ٹھوس منہج اور صراط مستقیم کو تقلید و مذہب پرستی کی کج راہوں اور بھول بھلیوں سے بدل دیا' جیسا کہ امام مقریزی رحمہ اللہ نے ''الخطط'' (یعنی خطط مصر) میں فرمایا ہے۔

اہل افریقہ پر بھی پہلے احادیث وسنن کا غلبہ تھا' پھر حنفی مسلک غالب ہوا' پھر مالکی مسلک غالب ہوا' الغرض خواہشات نفس کے پجاریوں (بدعتیوں) اور خود غرضوں کے کھلواڑ کے نتیجہ میں یکے بعد دیگرے تبدیلی آتی گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ طائفۂ اہل حدیث کا طریقہ کوئی نیا مذہب ہرگز نہیں ہے' بلکہ یہ تو وہ اولین ترین بنیاد ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قائم تھے اور اسے آپ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے چھوڑا۔

اور یہ کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے ہاتھوں پر اسلام قبول کرنے والوں کو یہی طریقہ سکھایا' اسی لئے ذکر کیا گیا ہے کہ ان تمام ممالک کے لوگ جنہیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فتح کیا' مذہب اہل حدیث پر قائم تھے' جیسا کہ گزرا۔

پانچویں دلیل: تابعین رحمہم اللہ نے علم حدیث اور یہ پاکیزہ نام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیا' اور اس سے متصف ہوئے' چنانچہ ان کے زمانہ میں انہیں بھی ''اہل الحدیث'' کہا جاتا تھا' جیسا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: جلیل القدر تابعی امام زہری رحمہ اللہ سنہ ۸۰ ہجری کے آس پاس

خلیفہ عبدالملک کے پاس تشریف لائے' اور خلیفہ عبدالملک کو چار سو حدیثیں املا کروایا' جب امام زہری رحمہ اللہ وہاں سے نکلے تو انہوں نے کہا: آپ لوگ اے اصحاب حدیث!...قدرے اختصار کے ساتھ۔ ''تذکرۃ الحفاظ'' (۱/ ۹۷)۔

اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''تاریخ بغداد'' (۱۳/ ۳۴۵،۱۴/ ۱۰۵) میں ابن عمار کی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اہل کوفہ اور اہل مدینہ میں بلند پایہ اصحاب حدیث عبدالملک بن ابی سلیمان رحمہ اللہ' عاصم الاحول رحمہ اللہ' عبید اللہ بن عمر رحمہ اللہ اور یحیٰ بن سعید الانصاری رحمہ اللہ ہیں۔ بات ختم ہوئی۔

یعنی یہ لوگ تابعین میں ائمہ اہل حدیث میں سے ہیں' کیونکہ عبدالملک جلیل القدر تابعی ہیں' جنہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' جیسا کہ ''تاریخ بغداد'' (۱۰/ ۳۹۳) اور ''خلاصہ'' (ص ۳۴۴) میں ہے۔

اور عاصم الاحول رحمہ اللہ بھی جلیل القدر تابعی ہیں' انہوں نے انس بن مالک' عبداللہ بن سرجس اور صفوان بن محرز رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے' جیسا کہ ''تاریخ بغداد'' (۱۲/ ۳۴۳) اور ''خلاصہ'' (ص ۱۸۳) میں ہے۔

اور یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ بھی تابعی ہیں جو امام اور مدینہ منورہ کے قاضی تھے' انہوں نے انس بن مالک' السائب بن یزید' عبداللہ بن عامر اور ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے، جیسا کہ ''تاریخ بغداد'' (۱۴/ ۱۶) اور ''خلاصہ'' (ص ۴۳۴) میں ہے۔

اور اس طرح کے قطعی دلائل سے طبقات وسوانح کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

طالب حق کو مقصود سمجھنے کے لئے مذکورہ دلائل کافی ہیں' کہ تابعین کو بھی ان کے زمانہ میں ''اہل الحدیث'' کہا جاتا تھا۔

چھٹی دلیل: میرے بھائی! آپ بخوبی جانتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اس

امت کے عمدہ ترین لوگ ہیں' اور یہ تمام لوگ اہل حدیث کے نام سے موسوم تھے' اور اپنی زندگیوں میں اہل حدیثیت کی اس مبارک نسبت پر فخر کرتے تھے اور لوگ بھی انہیں ان کے زمانہ میں اہل حدیث کے نام سے یاد کرتے تھے۔ جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے ایسے عظیم مصادر کے حوالہ سے یہ بات نقل کی ہے' جس کے انکار کی کوئی ہمت نہیں کرسکتا۔ پھر ان تابعین سے تبع تابعین نے علم حدیث اور یہ مبارک نام اخذ کیا' وہ بھی اس نام کو اپنے لئے باعث شرف سمجھتے تھے' اس سے خوش ہوتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے' اور اہل الحدیث کے اوصاف کو کامیابیوں کا اہم زینہ تصور کرتے تھے [1] جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے' ارشاد نبوی ہے:

"يحمل هذا العلم –أي : علم التفسير والحديث– من كل خلف عدوله؛ ينفون عنه تحريف الغالين، وانتحال المبطلين، وتأويل الجاهلين "[2]۔

اس علم' یعنی علم تفسیر وحدیث کو ہر خلف (دور) کے عادل لوگ ہی حاصل کریں گے' اس سے غلوکاروں کی تحریف' باطل پرستوں کی تراش خراش اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے۔

اسے امام بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ مشکاۃ میں ہے [3]۔

اور امام خطیب بغدادی نے "شرف اصحاب الحدیث" (ص ۱۰۴) میں اپنی سند سے یزید بن ہارون سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "اصحاب الحدیث نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ یعنی قراءت میں۔ اور جب مجھ سے اوجھل ہو جاتے ہیں تو مجھے بڑا غم ہوتا ہے" بات ختم ہوئی۔

یزید بن ہارون رحمہ اللہ تبع تابعین میں سے ہیں' انہوں نے یحییٰ بن سعید الانصاری' عاصم

---

① میرے پاس موجود اصل کتاب کے زیراکس میں یہاں لفظ غیر واضح ہے' میں نے اندازے سے ایسا کیا ہے' واللہ اعلم۔

② دیکھئے: شرف اصحاب الحدیث' ص (۲۹)۔

③ حدیث نمبر (۲۴۸) اور استاذ گرامی شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کے ثبوت میں توقف فرمایا ہے۔

اس حدیث کی کئی سندیں ہیں' جسے میں نے اپنے پاس ایک علیحدہ جز میں اکٹھا کیا ہے' اس کے لئے علامہ صدیق حسن خان کی کتاب "الحطۃ" (ص ۷۰) پر میری تعلیق ملاحظہ فرمائیں۔

الاحول، سلیمان التیمی اور دیگر اجلہ تابعین رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے، جیسا کہ "تاریخ بغداد" (۱۴/ ۳۳۷) میں ہے۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"**الملائكة حراس السماء، وأصحاب الحديث حراس الأرض**"۔

فرشتے آسمان کے نگراں ہیں اور اصحاب الحدیث زمین کے۔

"شرف أصحاب الحدیث" (ص ۴۵) و "مفتاح الجنۃ" از امام سیوطی رحمہ اللہ (ص ۴۹)۔

نیز فرماتے ہیں: "**إن أهل الحديث لو لم يأتوني لأتيتهم في بيوتهم**"۔

اگر اہل الحدیث میرے پاس نہ آئیں گے تو میں ان کے پاس ان کے گھر جاؤں گا۔

"شرف أصحاب الحدیث" (ص ۱۰۵)، و "تاریخ بغداد" (۹/ ۱۶۰)۔

اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تبع تابعین میں سے ہیں، انہوں نے امام سبیعی، سلیمان تیمی، عاصم الاحول اور دیگر تابعین رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے، اور اُن سے امام اوزاعی، ابن جریج، مالک، شعبہ، ابن عیینہ اور ابن المبارک رحمہم اللہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ "تاریخ بغداد" (۹/ ۱۵۲)۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"**ما أرى طول عمري هذا إلا من كثرة دعاء أصحاب الحديث**"۔

میری اس درازئ عمر کا سبب محض اصحاب الحدیث کی کثرت دعا ہے۔

"شرف أصحاب الحدیث" (ص ۵۲) بسند۔

اور امام خلال نے روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن یمان نے فرمایا: کہ لوگوں نے سفیان رحمہ اللہ سے کہا: "**إن أصحاب الحديث يطلبون الحديث بغير نية**" اصحاب حدیث بغیر نیت کے حدیثیں حاصل کرتے ہیں! تو انہوں نے فرمایا: "**طلبهم له نية**" ان کا حاصل کرنا ہی نیت ہے۔

"الآداب الشرعیۃ" از ابن مفلح حنبلی رحمہ اللہ (۴/ ۴۱)۔

اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی ''تاریخ''① میں عبد العزیز بن یحییٰ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے ہم سے کہا: ''اے اصحاب حدیث! حدیث کے معانی سیکھو' کیونکہ میں نے حدیث کے معانی کو تیس سال تک سیکھا ہے'' (۱۳/۲)۔

اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے اسّی سے زیادہ تابعین کو پایا' اور امام زہری' عمرو بن دینار اور سبیعی وغیرہ سے حدیثیں سنیں۔ ''تاریخ بغداد'' (۱۷۴/۹) اور آپ حکماء اہل حدیث میں شمار ہوتے تھے۔ ''تاریخ بغداد'' (۱۷۹/۹)۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''شعبہ رحمہ اللہ اصحاب حدیث میں شدید ترین لوگوں میں سے تھے''۔ ''شرف اصحاب الحدیث'' (ص ۱۱۶)۔

چنانچہ اس تفصیل سے اس بات کا یقینی علم ہو گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ جو تین صدیوں میں خیر کے شہادت یافتہ لوگ ہیں' وہ اپنے زمانے میں اہل حدیث کے نام سے موسوم تھے' اور انہیں اہل حدیث ہی کہا بھی جاتا تھا' جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔

یہ اہل حدیث کے آغاز کے سلسلہ میں نہایت واضح اور دوٹوک بیان ہے کہ وہ آغاز نبوت اور ابتدائے اسلام ہی سے ہیں' جن کی پہلی کڑی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں' جو اس امت کے سب سے بہتر لوگ ہیں' اور جنہیں اللہ عزوجل نے اپنے نبی کی احادیث کی نشر و اشاعت کی خاطر آپ کی ہم نشینی کے لئے منتخب فرما لیا تھا' ان کا لقب ہر دور اور ہر زمانہ میں نسل در نسل اور صدی بہ صدی ''اہل حدیث'' ہی تھا' یہاں تک کہ یہ سلسلہ ان کے اخیر تک چلتا رہا' اور انہیں بھی اہل حدیث کے پاکیزہ لقب سے یاد کیا گیا، یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا ایسا کرو ...ایسا ایسا نہ کرو' چنانچہ ان کے اول و آخر سب ایک جیسے ہیں' - جیسا کہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے

① یہ امام ابو عبداللہ الحاکم' صاحب مستدرک متوفی (سنہ ۴۰۵ھ) کی کتاب ''تاریخ النیسابوریین'' ہے' جیسا کہ ''سیر اعلام النبلاء'' (۱۷۰/۱۷) میں ہے۔

بحوالہ شیخ مقدسی نقل فرمایا ہے [1] ۔ شیخ مقدسی رحمہ اللہ نے کتاب ''الحجۃ'' میں [2] بسند متصل روایت فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إن في آخر أمتي قوماً يعطون من الأجر مثل ما لأولهم'' [3] ۔

بے شک میری امت کے اخیر میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جنہیں اوائل ہی کی طرح اجر دیا جائے گا۔

ابراہیم بن موسیٰ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ یہ کون لوگ ہوں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: اہل الحدیث [4] ۔ فللہ الحمد علی ذلک۔

ساتویں دلیل: یہ کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اہل حدیث کے مذہب پر قائم تھے۔

اور ہم اس مسئلہ کو آپ کے سامنے ایسے واضح اور قطعی دلائل سے ثابت کریں گے جس میں کسی قسم کے تردد اور انکار کی گنجائش نہ ہوگی، چنانچہ پیش خدمت ہے:

اولاً: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مذہب اہل حدیث پر قائم تھے جیسا کہ استاذ ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر تمیمی بغدادی اپنی کتاب ''أصول الدین'' (۱/۳۱۳) میں فرماتے ہیں: کلام میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصول اہل حدیث کے اصولوں ہی کی طرح ہیں' سوائے دو مسائل کے۔ یعنی اللہ کی

---

① مفتاح الجنۃ، (نمبر ۳۳۵)۔

② اس کا نام ''الحجۃ علی تارک المحجۃ'' ہے جو غیر مطبوع ہے۔

③ اسے امام فسوی نے ''المعرفۃ والتاریخ'' (۱/ ۵۳۵) میں کسی صحابی سے روایت کیا ہے' جس کی سند میں ایک راوی ہے جسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقہ قرار دیا ہے!

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے اسی سند سے (۴/ ۶۲) میں اور (۵/ ۳۷۵) میں مختصراً ذکر فرمایا ہے، لیکن ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے مروی اس کا ایک شاہد ہے' جسے امام ابوداود (۴۳۴۱)، ابن ماجہ (۴۰۱۴) اور امام ترمذی (۳۰۵۸) نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے، نیز امام بخاری رحمہ اللہ نے ''خلق افعال العباد'' (۱۵۵) میں روایت کیا ہے، جس سے یہ حدیث ان شاء اللہ حسن قرار پائے گی۔

④ شرف اصحاب الحدیث (ص ۲۶) میں' اس سے ملتی جلتی طویل روایت ہے۔

توحید اس کی الوہیت صفات' اسماء' افعال اور علو واستواء وغیرہ کے اثبات میں اہل الحدیث ہی کے اصولوں کی طرح ہیں' کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آسمان میں ہے' زمین کے برخلاف عرش کے اوپر ہے' اپنی مخلوق سے علاحدہ ہے' اس کا علم' قدرت' اور تصرف ہر جگہ ہے' اس سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے' وغیرہ، اور ایسے ہی کتاب وسنت سے رہنمائی حاصل کرنے اور تقلید کے بغیر کتاب وسنت کو مستقلاً سمجھنے کے وجوب کے باب میں بھی۔

جیسا کہ امام موصوف رحمہ اللہ نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا تھا:

"إذا قلت قولاً و كتاب الله يخالفه فاتركوا قولي، أو يخالفه خبر الرسول، اتركوا قولي لخبر الرسول"[1]۔

جب میں کتاب اللہ کے خلاف کوئی بات کہوں' تو میری بات ترک کردو' یا حدیث رسول کے خلاف کوئی بات کہوں تو' حدیث کے خلاف میری بات ترک کردو۔

نیز آپ نے فرمایا تھا: **"إذا صح الحديث فهو مذهبي"**[2]۔

اگر حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ عقائد' اصول اور تقلید کی حرمت کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب اہل حدیث ہی کے مذہب جیسا تھا۔

اسی لئے علماء احناف کہتے ہیں: کہ ہم' ہمارے مشائخ اور ہماری پوری جماعت عقائد و اصول میں اشعری اور ماتریدی کے مقلد ہیں؛ برخلاف امام ابوحنیفہ[3] رحمہ اللہ کے!!!

---

① دیکھئے: ایقاظ ھمم اُولی الابصار، (ص ۵۰) از صالح الفلانی۔

② حاشیہ ابن عابدین، (۶۳/۱)۔

③ سبحان اللہ! یہ مقلدین بھی کتنے عجیب ہیں' کیسا تناقض وتضاد ہیں ان میں!! کہ اصول میں تو اپنے امام کے مخالف ہیں' اور فروع اور فروع کے فروع میں اُن کے لئے حد درجہ متعصب ہیں!!

''الفتوی فی عقائد الوھابیۃ''[1] (ص ۱) از علماء دیو بند!!۔

اور امام مالک رحمہ اللہ اپنے زمانے میں اہل الحدیث کے امام تھے' جیسا کہ ''اُصول الدین'' (۳۹۳/۱) میں ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی صحیح (۵۹/۱) میں فرماتے ہیں: ائمہٗ اہل حدیث جیسے مالک بن انس' شعبہ' سفیان اور یحیٰ وغیرہ۔

امام ابو الفلاح حنبلی رحمہ اللہ ''شذرات الذھب'' (۲۹۱/۳) میں فرماتے ہیں:

إذا قيل من نجم الحديث و أهله

أشار أولوا الألباب يعنون مالكاً

جب بھی پوچھا جاتا ہے کہ حدیث اور اہل الحدیث کا ستارہ کون ہے؟ تو اہل دانش امام مالک رحمہ اللہ ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

اور دین میں تقلید کی حرمت کے سلسلہ میں امام مالک رحمہ اللہ کا قول اہل الحدیث ہی کی طرح ہے' جیسا کہ ناصر السنہ امام الفلّانی نے ''إیقاظ الہمم'' (ص ۲۵) میں بسند متصل امام ابن وہب رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: اے عبد اللہ! دیکھنا اپنے گلے میں لوگوں کی تقلید کا بدترین پٹہ ڈالنے سے بچنا۔

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ بھی اہل الحدیث کے مذہب پر قائم تھے، اور قائم ہی نہیں بلکہ

---

[1] استاذ خیر الدین زرکلی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الأعلام'' (۲۵۷/۶) میں امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی سیرت میں لکھتے ہیں: ''آپ کے محبان و حامیان جزیرۂ عرب میں اہل توحید اور اللہ کے اطاعت گزاروں کے بھائی کے نام سے معروف ہوئے' جبکہ اُن کے مخالفین نے ان کی طرف منسوب کرتے ہوئے انہیں ''وہابی'' کا نام دیا' اور یہ دوسرا نام ہی یوریوں میں پھیلا اور ان سے ناسمجھ اور کم مایہ مسلمانوں نے اخذ کیا، چنانچہ یہ لفظ ان کی جدید ڈکشنریوں میں داخل ہو گیا! اور کچھ لوگوں نے تو مخالفین کی افترا پردازی کی متابعت میں غلطی سے اُنہیں اسلام میں نیا مذہب قرار دیا''۔

مذہب اہل حدیث کے مبلغ تھے' اور اس کی دلیل ''تہذیب الاسماء واللغات'' (۴۴/۱) میں امام شافعی رحمہ اللہ کی سوانح کے تحت امام نووی رحمہ اللہ کا قول ہے: فرماتے ہیں کہ پھر امام شافعی رحمہ اللہ نے عراق کا سفر کیا' وہاں علم حدیث کی نشر و اشاعت کی اور اہل الحدیث کا مذہب رائج کیا۔

اور ''منہاج السنۃ'' (۱۴۳/۴) میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: فرماتے ہیں کہ پھر امام شافعی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا' پھر اہل عراق کی کتابیں لکھیں' اور اہل الحدیث کا مذہب سیکھا اور اسے اپنی ذات کے لئے منتخب فرمالیا۔

اور اجماعی طور پر اماموں کے امام' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ متفقہ طور پر ائمۂ اہل الحدیث کے امام ہیں' جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منہاج السنہ'' (۱۴۳/۴) میں فرمایا ہے کہ: امام احمد رحمہ اللہ تو اہل الحدیث کے مذہب پر قائم تھے۔

چنانچہ نقل کردہ اقوال اور وضاحت سے یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوگئی کہ چاروں ائمۂ کرام رحمہم اللہ مذہب اہل الحدیث پر قائم تھے' بایں طور کہ حدیث ان کے رگ و ریشے میں پیوست ہوگئی تھی' اور ان میں کچھ ایسے بھی لوگ تھے جو اہل الحدیث کو دیکھ کر اُن میں نبی کریم ﷺ کا تصور کیا کرتے تھے' جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''إذا رأيت رجلاً من أهل الحديث فكأني رأيت النبي ﷺ حياً''۔

جب میں اہل الحدیث میں سے کسی شخص کو دیکھتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا میں نے رسول اللہ ﷺ کا زندہ دیدار کرلیا ہے۔

''شرف أصحاب الحديث'' (ص ۴۷) بسند متصل۔ فللہ الحمد علی ذلک۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ اس سے راضی نہ تھے کہ کوئی ان کا مذہب اپنائے' یا دین مبین میں کوئی اُن کی تقلید کرے، بلکہ وہ خود بھی غیر مقلد تھے' اور اس بات پر متفق تھے کہ تقلید کے بجائے کتاب اللہ اور سنت رسول کی اتباع' ان دونوں کی براہ راست سمجھ' اور تقلید کے

بغیر اصول وفروع کے تمام چھوٹے بڑے مسائل میں کتاب وسنت پر عمل واجب ہے۔

اہل الحدیث کا یہی وہ منہج ہے جس پر ائمہ اربعہ رحمہم اللہ چلتے آئے ہیں۔

اور اگر کہا جائے کہ: ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اہل حدیث کے مذہب پر نہ تھے! کیونکہ انہوں نے دین میں تقلید کو جائز قرار دیا ہے، اور تقلید مذہب اہل الحدیث کے منافی ہے!

تو ہم جواباً عرض کریں گے: کہ اللہ کی پناہ! انہوں نے تقلید کو سرے سے جائز ہی نہ سمجھا، بلکہ انہوں نے تو تقلید کو حرام قرار دیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے' جیسا کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے تھے:

"لا تقلد مالكاً، ولا الأوزاعي، ولا النخعي وغيرهم، خذ الأحكام من حيث أخذوا من الكتاب والسنة"[1]۔

نہ مالک کی تقلید کرو' نہ اوزاعی کی' اور نہ ہی نخعی وغیرہ کی' بلکہ انہی کتاب وسنت سے احکام اخذ کرو جہاں سے انہوں نے اخذ کیا ہے۔

''الیواقیت والجواھر'' (ص ۲۴۴) و''المیزان الکبریٰ'' (۵۱/۱) از امام شعرانی۔

اور امام حاکم وبیہقی رحمہما اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے امام مُزنی رحمہ اللہ سے فرمایا:

"يا إبراهيم! لا تقلدني في كل ما أقول، انظر في ذلك لنفسك؛ فإنه دين، لا حجة في قول أحد دون رسول الله ﷺ"۔ ''الیواقیت'' از شعرانی۔

اے ابراہیم! ہر بات میں میری تقلید نہ کیا کرو، بلکہ اپنی ذات کے لئے ذرا اُس میں غور کر لیا کرو' کیونکہ وہ دین ہے، رسول اللہ ﷺ کی بات کے علاوہ کسی کے قول میں کوئی حجت نہیں۔

اور شعرانی کی ''المیزان'' (۴۹/۱) میں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے امام ربیع سے فرمایا:

---

[1] دیکھئے: ''إعلام الموقعین'' از امام ابن القیم رحمہ اللہ (۳۹۲/۲)۔

”یا أبا إسحاق! لا تقلدني في كل ما أقول، وانظر في ذلک لنفسک، فإنه دين“۔

اے ابواسحاق! میری ہر بات میں میری تقلید نہ کرو، بلکہ اس میں خود بھی ذرا غور کرلیا کرو، کیونکہ یہ دین ہے۔

اور ناصر السنہ امام فُلّانی رحمہ اللہ ”الإيقاظ“ (ص۱۰۲) میں امام مالک رحمہ اللہ تک بسند متصل روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

”إنما أنا بشر أخطئ وأصيب، فانظروا في رأيي؛ فكل ما وافق الكتاب والسنة فخذوه، وكل ما لم يوافق الكتاب والسنة فاتركوه“۔

چونکہ میں انسان ہوں، غلط صحیح دونوں کرتا ہوں، اس لئے میری رائے میں ذرا غور کرلیا کرو، جو کتاب وسنت کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو کتاب وسنت کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔

نیز (ص ۳۵) میں بسند ابن وہب فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

”إياک أن تقلد الناس قلادة سوء“۔

دیکھنا! لوگوں کی تقلید کا بدترین پٹہ اپنے گلے میں نہ ڈالنا۔

اور امام مالک رحمہ اللہ اپنے شاگردان سے کہا کرتے تھے:

”انظروا فيه فإنه دين، ومامن أحد إلا ومأخوذ من كلامه ومردود عليه إلا صاحب هذه الروضة محمد ﷺ“[1]۔

---

[1] استاذ گرامی علامہ، محدث، فقیہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اپنی نفع بخش کتاب ”صفۃ صلاۃ النبی ﷺ“ کے پر لطف مقدمہ (ص ۴۹) میں فرماتے ہیں: اس کی نسبت امام مالک کی طرف ہی متاخرین کے یہاں مشہور ہے اور ان کے حوالہ سے شیخ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ نے ”ارشاد السالک“ (۱/ ۲۲۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

===

اس میں ذرا غور کرلو کیونکہ وہ دین ہے' اور ہر شخص کی کچھ باتیں لی جاتی اور کچھ رد کر دی جاتی ہیں' سوائے اس روضہ والے محمد ﷺ کے۔ ''المیزان'' (۱/ ۱۴۸)۔

میں کہتا ہوں: یہی بات امام مالک رحمہ اللہ نے اس وقت بھی فرمائی تھی جب خلیفہ ہارون رشید نے آپ کی کتاب ''الموطأ'' میں وارد احادیث کی بنیاد پر لوگوں کو آپ کی تقلید پر آمادہ کرنے کے سلسلہ میں آپ سے مشورہ کیا تھا' اور آپ نے اس سے منع فرما دیا تھا①، جبکہ موطأ میں عقل ورائے نہیں بلکہ حدیثیں ہی غالب تھیں! تو امام مالک رحمہ اللہ اس بات سے کیسے راضی ہو سکتے تھے کہ لوگ ان کی تقلید کریں! حاشا وکلا۔

اور جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں ناصر السنہ امام فُلّانی رحمہ اللہ نے ''الایقاظ'' (ص ۷۳) میں' شعرانی نے ''الیواقیت'' (ص ۳۴۳) اور ''المیزان'' (۱/ ۴۷) میں اور ابن عربی② نے ''الفتوحات المکیۃ'' (باب ۳۱۸) میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

== نیز اسے امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ''الجامع'' (۲/ ۹۱) میں اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے ''اُصول الاحکام'' (۶/ ۱۴۵ و ۱۷۹) میں حکم بن عتیبہ اور مجاہد کے قول کے طور پر روایت کیا ہے۔

اور امام تقی الدین السبکی نے ''الفتاویٰ'' (۱/ ۱۴۸) میں اس کی عمدگی سے خوش ہوتے ہوئے بطور قول ابن عباس رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے' پھر فرمایا ہے: ''اس قول کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مجاہد رحمہ اللہ نے اور پھر ان دونوں سے امام مالک رحمہ اللہ نے اخذ کیا ہے' اور ان کے حوالہ سے مشہور ہوا''۔

میں کہتا ہوں: پھر ان سبھوں سے امام احمد رحمہ اللہ نے لیا' چنانچہ امام ابو داود رحمہ اللہ نے ''مسائل الامام احمد'' (ص ۲۷۶) میں فرمایا ہے کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: ''**لیس احد إلا ویؤخذ من رأیه ویترک ما خلا النبي ﷺ**'' ہر شخص کی رائے لی بھی جا سکتی اور چھوڑی بھی' سوائے نبی کریم ﷺ کے۔

① دیکھئے: ''الانتقاء'' از ابن عبدالبر (۴۱) اور ''تذکرۃ الحفاظ'' از امام ذہبی (۱/ ۱۹۵)۔
اور اس قصہ کی توضیح میں ''صفۃ صلاۃ النبی ﷺ'' (ص ۲۳) میں استاذ گرامی شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحریر سے موازنہ فرمائیں۔

② یہ غالی صوفی ہے' جس کی وفات سنہ (۶۳۸ھ) میں ہوئی' اس کی تنقید کے سلسلہ میں امام تقی فاسی رحمہ اللہ کا ایک مستقل رسالہ ہے' جسے میں نے تحقیق کر کے شائع کیا ہے۔ ==

"حرام على من لم يعرف دليلي أن يفتي بكلامي"۔[1]

جو میری دلیل نہ جانے اس کے لئے میری بات پر فتویٰ دینا حرام ہے۔

میں کہتا ہوں: ایک دوسری روایت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"لا يحل لأحد أن يعمل بأقوالنا ما لم يعلم من أين قلنا"۔

جب تک ہماری دلیل کا علم نہ ہو' کسی کے لئے ہمارے اقوال پر عمل کرنا حلال نہیں۔

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول میں صراحت ہے کہ کسی کے لئے امام کے قول پر عمل کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اُسے کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے اس امام کے قول کی دلیل' اور اس دلیل پر عمل کرنے کا علم نہ ہو جائے۔

اہل الحدیث کا یہی مذہب ہے جو تقلید کے منافی ہے۔

یہ ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ کے فرمودات ہیں جو مقلدین کے خلاف حجت ہیں' اور اس بات کی دلیل ہیں کہ کتاب وسنت کی دلیل دیکھے بغیر کسی معین امام کے مسلک کی تقلید کرنا' ائمہ اربعہ کے یہاں قطعی طور پر حرام' گناہ عظیم اور پرلے درجے کی جہالت ہے۔

لہٰذا مقلدین کا ائمہ کی تقلید کرنا اور ان کے منع کرنے کے باوجود اُن کا مذہب بنانا اور اپنانا اُن کی نافرمانی ہے۔

اگر مقلدین انصاف کی نگاہ سے دیکھیں اور ائمہ کرام کے اقوال واحوال کا جائزہ لیں تو انہیں اس بات کا یقینی علم ہو جائے گا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ' امام مالک رحمہ اللہ' امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی تقلید سے اور اپنا مذہب بنانے اور اپنانے سے منع فرمایا ہے' اور یہ کہ وہ

== مصنف رحمہ اللہ نے اس کی تحریر اہل الحدیث اور ان کے منہج پر اعتراض کرنے والے مقلدین یا صوفیاء جو اس کی تعظیم کرتے ہیں' پر الزاماً نقل فرمائی ہے، واللہ اعلم۔

[1] دیکھئے: "الانتقاء" از ابن عبدالبر (۱۴۵) و "اعلام الموقعین" (۲/۳۰) اور "رسم المفتی" (ص ۲۹) از ابن عابدین۔

اپنے سے قبل اہل الحدیث کے منہج پر قائم تھے۔

اب اگر کہا جائے کہ ائمۂ اربعہ کی طرف منسوب مسائل جنہیں تم صریح نصوص کے خلاف کہتے ہو' کیا یہ واقعی ان کے اقوال ہیں یا نہیں؟

یہ اگر واقعی انہی کے اقوال ہیں تو اُن ائمہ کا مذہب اہل الحدیث پر ہونا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟!

اولاً: ہم یقینی طور پر کہیں گے کہ: ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے یہ باتیں ہرگز نہیں کہی ہیں' اور ان باتوں میں اُن کی تقلید کرنا صریح غلط اور بڑی جہالت کی بات ہے' اور ان باتوں کو ان کی طرف منسوب کرنا بہت بڑا جھوٹ اور عظیم الزام ہے' جیسا کہ مُرجانی حنفی [1] نے ''ناظورۃ الحق'' میں فرمایا ہے' جیسا کہ شیخ فاضل محمد یحییٰ محدث نے ''الارشاد'' (ص ۱۴۷) میں ذکر فرمایا ہے کہ: ''فقہاء کے قول کا جز سے غلط ہونا بھی ممکن ہے' کیونکہ زیادہ تر اقوال سند سے خالی ہوتے ہیں' اور ایک مقبول طریق سے اس کا مرفوع ہونا' اُسی محذوف سند پر موقوف ہوتا ہے، حدیث میں ذکر کردہ تمام تر احتمالات اُس میں بھی پائے جاتے ہیں'' اس لئے اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ بات موضوع ہو' جسے اُس صاحب مذہب امام پر کسی اور نے گھڑ لیا ہو' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ امام ابوجعفر طحاوی اور ابو العباس الاصم وغیرہ رحمہم اللہ نے محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم [2] رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ''عورت کے پاس اس کے پیچھے سے آنے کے سلسلہ میں'' امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اس کی حلت وحرمت کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کوئی بات صحیح ثابت نہیں ہے' البتہ قیاس کے مطابق حلال ہونا چاہئے [3]!!

اسی طرح (محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے) امام مالک رحمہ اللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ

---

① سنہ (۳۰۶ھ) میں وفات پائے، آپ کی سوانح ''ھدیۃ العارفین'' (۱/ ۳۱۸) اور ''معجم المؤلفین'' (۴/ ۳۰۸) میں ہے۔

② دیکھئے: ''طبقات السبکی'' (۲/ ۶۷) اور ''طبقات ابن الصلاح'' (۱/ ۳۱۸)۔

③ بلکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی ''سنن'' (۷/ ۱۹۶) میں روایت کیا ہے' کہ آپ نے فرمایا: ''لست أرخص عنه، بل أنهى عنه'' کہ میں اس کی رخصت نہیں دیتا ہوں' بلکہ اس سے منع کرتا ہوں۔

انہوں نے نکاح متعہ کو مباح قرار دیا ہے[1]!

اوراسی طرح کی باتیں دوسروں سے بھی منقول ہیں' یہ تمام باتیں ان ائمہ پر جھوٹ ہیں۔

اور ابونصر بن الصباغ نے بیان کیا ہے کہ ربیع[2] اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں' کی قسم کھا کر کہتے تھے' کہ یقیناً ابن الحکم رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ پر یہ باتیں اپنی طرف سے وضع کر لی ہیں[3]۔

امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ نکاح متعہ سے وطی کرنے والے پر حد واجب ہے۔

اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''تاریخ بغداد'' (۱۴/ ۱۳۵) میں بسند ابونعیم الفضل بن دکین رحمہ اللہ نقل فرمایا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ابویوسف سے فرماتے ہوئے سنا کہ: تمہارا برا ہو' تم لوگ ان کتابوں میں مجھ پر کتنا جھوٹ گھڑتے ہو' جنہیں میں نے کہا ہی نہیں ہے!!

اور ملا معین الدین حنفی نے ''دراسات اللبیب'' (ص ۱۵۶) میں فرمایا ہے:

ائمہ اربعہ کی طرف منسوب اوران کے مذہب کی کتابوں میں منقول تمام چیزوں کی نسبت ان کی طرف ثابت نہیں ہے! بلکہ ان میں سے بیشتر یا تمام تر باتیں ان کے متبعین میں سے جن پر رائے کا غلبہ ہے' ان کی کارستانیاں ہیں۔

آگے فرماتے ہیں: اور جو اس بات کا دعویٰ کرے کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یا امام مالک رحمہ اللہ یا امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے' اسے چاہیے کہ صحت کے تمام شرائط کی روشنی میں اس کی سند صحیح

---

① امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ''التمہید'' (۱۰/۱۲۱) میں امام مالک رحمہ اللہ سے اس کی حرمت نقل فرمائی ہے نیز دیکھئے: ''بدایۃ المجتہد'' (۶/ ۵۰۲ تخریج شدہ) اور ''الجامع لاحکام القرآن'' (۵/ ۱۳۳)۔

② یہ امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد ربیع بن سلیمان المرادی ہیں' سنہ (۲۷۰ھ) میں وفات پائی' آپ کی سوانح ''المنتظم'' از امام ابن الجوزی (۵/ ۷۵) میں موجود ہے۔

③ یہ بات امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی ''تفسیر'' (۱/ ۳۹۷) میں نقل فرمائی ہے۔

کر لے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام ان سے ہونے سے رہا!!

اور (ص ۳۹۱) میں مزید فرماتے ہیں:

جن قیاسات سے احناف کی کتابیں بھری پڑی ہیں ان میں سے زیادہ تر باتیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے مستند نہیں ہیں۔

اور امام ناصر السنۃ فُلّانی مغربی رحمہ اللہ ''الایقاظ'' (ص ۱۳۷) میں فرماتے ہیں:

''میں نے شیخ عیسیٰ الثعالبی الجعفری الجزائری ① کی ''تذکرۃ'' سے بواسطہ امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے شاگرد ادفوی ② سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے ان مسائل کو جن میں ائمۂ اربعہ میں سے ہر امام کے مذہب نے انفرادی یا اجتماعی طور پر حدیث صحیح کی مخالفت کی ہے ایک ضخیم جلد میں جمع کیا ہے اور اس کے آغاز میں ذکر کیا ہے کہ ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ کی طرف ان مسائل کی نسبت حرام ہے نیز فقہاء اور ان کے مقلدین کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے تاکہ ائمہ کی طرف ان مسائل کو جھوٹ منسوب کرنے سے بچیں۔

ان واضح اور قطعی دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی طرف منسوب اکثر مروجہ فقہی مسائل سرے سے اُن کی فقہ کا حصہ ہیں ہی نہیں، اور ان کی طرف ان کا مسائل کا انتساب ایک عظیم تہمت اور ائمۂ اربعہ کی فقہ کے طور پر انہیں پڑھنا امت کے ساتھ دھوکہ اور بہت بڑی جہالت کا کام ہے، جیسا کہ امام ابن دقیق العید اور دیگر عظیم المرتبت علماء افاضل رحمہم اللہ نے ثابت کیا ہے اور جو اس کے برخلاف کا مدعی ہو اُسے چاہئے کہ صحت کے تمام مطلوبہ شرائط سے آراستہ سند سے ائمۂ کرام کی طرف ان مسائل کی نسبت ثابت کرے۔

---

① سنہ (۱۰۸۰ھ) میں وفات پائے، آپ کی سوانح ''خلاصۃ الاثر'' (۳/۲۴۰) میں ہے۔

② یہ جعفر بن تغلب ہیں سنہ (۷۴۸ھ) میں وفات پائے، آپ کی سوانح ''الدرر الکامنۃ'' (۱/۳۵۳) اور ''الاعلام'' از امام زرکلی (۲/۱۲۳) میں ہے۔

ثانیاً: اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ یہ انہی کے اقوال ہیں' تو ہم انہیں معذور سمجھیں گے' کیونکہ ان کے زمانہ میں سنت کی عدم تدوین کے سبب' ان تک حدیثیں نہیں پہنچی تھیں، اور اگر ان تک حدیثیں پہنچتیں تو وہ اس قول ورائے سے رجوع کر لیتے؛ جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے قول میں خود صراحت فرمائی ہے؛ چنانچہ انہوں نے ابو یوسف رحمہ اللہ سے فرمایا:

"**ويحك يا يعقوب! لا تكتب كل ما تسمعه مني؛ فإني أرى الرأي اليوم، فأتركه غداً، وأرى الرأي غداً وأتركه بعد غدٍ**"[1]۔

اے یعقوب تمہارا برا ہو! مجھ سے سنی ہوئی ہر بات مت لکھا کرو؛ کیونکہ میں آج کوئی بات سوچتا ہوں' کل اسے چھوڑ دیتا ہوں، اور کل کچھ سوچوں گا تو پرسوں اسے چھوڑ دوں گا۔

"تاریخ بغداد" (۱۳/۴۰۳) بسند متصل۔

جہاں تک مسئلہ امام مالک رحمہ اللہ کا ہے تو ان کے بارے میں شعرانی نے "المیزان" (۱/۴۸) میں' ابو الفلاح حنبلی نے "شذرات الذهب" (۱/۳۹۳) میں اور ابن خلکان رحمہ اللہ نے اپنی "تاریخ" (۱/۵۵۱) میں حافظ حمیدی رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"**بكى الإمام مالك رحمه الله في مرض موته، وقال: والله لوددت الآن أني ضربت في كل مسئلةٍ أفتيت فيها بالرأي بسوط سوط، وقد كانت لي السعة فيما قد سبقت، وليتني لم أفت بالرأي**"۔

امام مالک رحمہ اللہ اپنے مرض الموت میں رونے لگے' اور فرمایا: اللہ کی قسم! آج میری خواہش ہے کہ جن مسائل میں میں نے رائے سے فتویٰ دیا ہے' مجھے ہر ہر فتوے کے بدلے ایک کوڑا مارا جاتا'

---

[1] استاذ گرامی شیخ البانی رحمہ اللہ "صفۃ صلاۃ النبی" (ص ۴۷) میں اس جملہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "وہ اس لئے کہ امام زیادہ تر اپنا قول قیاس پر مبنی رکھتا ہے' پھر اگر اسے اس سے قوی تر قیاس معلوم ہوتا ہے' یا نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث مل جاتی ہے تو اسے لے لیتا ہے اور اپنا سابق قول ترک کر دیتا ہے"۔

یقیناً جو کچھ ہوا میرے لئے اس میں گنجائش تھی، کاش میں نے رائے سے فتویٰ نہ دیا ہوتا۔

میں کہتا ہوں: امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول اُن سے ان کے شاگردوں کے نقل کردہ تمام مجرد آراء اور اسی طرح آپ کے اس اجتہاد کو شامل ہے جو کتاب و سنت پر مبنی نہیں ہے، چنانچہ اس میں ''المدونۃ'' سب سے پہلے داخل ہے، جو آپ کے شاگرد قاسم رحمہ اللہ کی روایت ہے، بالخصوص اس کے وہ مسائل جو ''الموطأ'' کے شدید خلاف ہیں۔ اور اس کے علاوہ دیگر مسائل۔

اور ''مقدمہ ابن رشد'' کے شارح نے ذکر کیا ہے کہ ''المدونۃ'' کے بعض مسائل کی نسبت امام مالک رحمہ اللہ کی طرف درست نہیں ہے، اور انہوں نے نماز میں ''سدل'' کی مثال بھی پیش کی ہے، جو ''الموطأ'' میں امام مالک رحمہ اللہ کے ''قبض'' کے قول کے خلاف ہے[1]۔

اور جہاں تک مسئلہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے تو ان کے بارے میں امام ناصر السنۃ الفلاّنی رحمہ اللہ نے ''الایقاظ'' (ص ۱۴۴) میں امام شافعی رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے:

''كل مسألة فيها صح الخبر عن رسول الله ﷺ عند أهل النقل بخلاف ما قلت فأنا راجع عنها في حياتي و بعد مماتي''[2]۔

جس کسی مسئلہ میں میری بات کے خلاف اہل الحدیث کے یہاں رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہو، میں اپنے اس قول سے اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی رجوع کرتا ہوں۔

اور ابو الفلاح حنبلی ''شذرات الذهب'' (۱۰/۳) میں فرماتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے فرماتے تھے:

''يا أبا عبد الله! أنت أعلم بالحديث مني، فإذا صح الحديث فأعلمني حتى

---

① اس مسئلہ کی تحقیق میں شیخ احمد بن محمد بن الصدیق کی ''المثنوني و البتار'' نامی ایک ضخیم کتاب ہے، جو سنہ (۱۳۵۲ھ) میں المکتبۃ التازیۃ، مصر سے شائع ہوئی ہے۔

② اسے امام ابو نعیم نے ''الحلیۃ'' (۹/۱۰۷) میں روایت کیا ہے۔

أذهب إليه؛ شامياً كان أو كوفياً أو بصرياً"[1]۔

اے ابوعبداللہ! آپ حدیث کا مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں' لہٰذا جب حدیث صحیح ہو تو مجھے بتلا دیں تاکہ میں بھی اسے اپنالوں' خواہ شامی ہو' یا کوفی یا بصری۔

اور امام ابن مفلح حنبلی "الآداب الشرعیۃ" (۱۵۴/۳) میں فرماتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد بویطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

"قد ألفت هذه الكتب ولم آل فيها، ولابد أن يوجد فيها الخطأ؛ لأن الله تعالىٰ يقول: ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴾[2] فما وجدتم في كتبي هذه ممايخالف الكتاب والسنة فقد رجعت عنه"[3]۔

میں نے اِن کتابوں کی تالیف میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہے' لیکن پھر بھی اُن میں غلطی کا پایا جانا ضروری ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾۔

اگر یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کی جانب سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

لہٰذا میری ان کتابوں میں تمہیں جو بھی باتیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے خلاف ملیں میں اُن سے رجوع کرتا ہوں۔

---

① اسے امام ابن ابی حاتم نے "آداب الشافعی" (ص ۹۴-۹۵) میں اور ابن الجوزی نے "مناقب الامام احمد" (ص ۴۹۹) میں روایت کیا ہے۔

② سورۃ النساء: ۸۲۔

③ امام ابن حزم رحمہ اللہ "الاحکام" (۱۱۸/۶) میں فرماتے ہیں: "جن فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے انہوں نے خود تقلید کو باطل قرار دیا ہے' کیونکہ انہوں نے تقلید سے منع فرمایا ہے' اور اس سلسلہ میں سب سے سخت رویہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے' کیونکہ انہوں نے صحیح آثار کی اتباع اور انہیں قابل حجت تسلیم کرنے کے سلسلہ میں اتنی زیادہ تاکید فرمائی ہے کہ اتنا کسی نے بھی نہ کیا' نیز عمومی طور پر تقلید سے بےزاری کا کھلا اعلان فرمایا ہے' اللہ آپ کے ذریعہ نفع پہنچائے' اور اجر عظیم سے نوازے' کیونکہ آپ خیر کثیر کا سبب تھے"۔

جب آپ نے ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ کی تصریحات سے یہ بات جان لی' تو آپ یہ بھی دیکھ لیا کہ ان میں سے ہر ایک نے صریح نصوص کے خلاف ان مسائل سے مکمل طور پر رجوع کرلیا ہے جن سے مذاہب کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

اور کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا اور اس کے علاوہ تقلید وتعصب اور مذہب پرستی کو چھوڑ دینا ہی اہل الحدیث کے منہج کا معیار وکسوٹی ہے' جس پر ائمہ اربعہ رحمہم اللہ چلتے آئے ہیں۔

آٹھویں دلیل: ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے بہت سے شاگردان بھی اہل الحدیث کے مذہب پر وفات پاگئے' دین کے مسئلہ میں اپنے اماموں کی زندگیوں میں اُن کی تقلید نہیں کی' بلکہ حق واضح ہوجانے کے بعد اصول وفروع سب میں اُن کی مخالفت کی' دین میں تقلید سے منع بھی کیا' نصوص کے خلاف مسائل سے رجوع کیا' اور وفات کے وقت توبہ کرلیا' اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

ہم ناموں کی تعیین کے ساتھ ان میں سے بعض کی مثال پیش کریں گے۔

لہٰذا آپ اور آپ کے ساتھی بھی غور کریں' کیونکہ یہ دین ہے؛ اور انہی کی طرح آپ بھی توبہ کرلیں۔

ابن خلدون رحمہ اللہ اپنی ''تاریخ کے مقدمہ'' (۱۰۴۶/۳) میں فرماتے ہیں: ان میں فقہ کے دو طریقے بن گئے:

۱- اہل رائے وقیاس کا طریقہ، یہ اہل عراق ہیں۔

۲- اہل الحدیث کا طریقہ، یہ اہل حجاز ہیں۔

اور امام شہرستانی رحمہ اللہ نے ''الملل والنحل'' [1] میں فرمایا ہے: بیشک مجتہدین دو قسموں میں محصور ہیں: اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائے۔

چنانچہ اصحاب الحدیث جو کہ اہل حجاز ہیں' یہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہیں' محمد بن

---

[1] یہ کتاب بہت پہلے شائع ہوچکی ہے۔

ادریس شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب ہیں' ثوری رحمہ اللہ کے اصحاب ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اصحاب ہیں۔

اور ''التاج المکلل'' [1] میں ہے: کہ ابن عقیل سے امام احمد رحمہ اللہ کے اصحاب کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تقلید جائز سمجھتے تھے؟! تو انہوں نے فرمایا: وہ لوگ تو کتاب وسنت کے ظاہر پر عمل کرتے تھے اور کہتے تھے کہ دلیل کی اتباع واجب ہے نہ کہ امام احمد کی اتباع!!

امام ابن مفلح رحمہ اللہ ''الآداب الشرعیة'' (۱/۳۳۳) میں فرماتے ہیں: ابن عقیل رحمہ اللہ نے فرمایا: میں اپنے زمانۂ طالبعلمی کے عقیدہ کی طرف رجوع کر کے متبع کتاب وسنت ہو گیا' اور میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے بعد پیدا ہونے والی ہر بات سے اللہ کی طرف براءت کرتا ہوں' جو قرآن میں ہے نہ سنت میں۔

اور ''شذرات الذھب'' (۱/۳۵۵) میں ہے کہ: امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد معن بن عیسیٰ المدنی رحمہ اللہ صاحب حدیث تھے' یہ امام مالک رحمہ اللہ کے سب سے ثقہ اور پختہ شاگرد ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے ''القول المفید'' (ص ۱۵) میں ابن عنان مالکی رحمہ اللہ کی سند سے فرمایا ہے کہ انہوں نے ''مدونۂ سحنون'' [2] جو ''الأم'' کے نام سے معروف ہے' کی شرح میں فرمایا: امام مالک رحمہ اللہ کے بے شمار اقوال وافکار ہیں' جن میں ان کے شاگردان نے ان کی مخالفت کی ہے!

اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے ''عقد الجید'' (ص ۵۶) میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردان ابویوسف' زفر' ابن زید اور حسن بن زیاد کے واسطے سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''لا يحل لأحد أن يفتي بقولنا ما لم يعلم من أين قلنا'' [3]۔

---

[1] از علامہ صدیق حسن خان رحمہ اللہ (ص ۱۹۵)۔

[2] دیکھئے: ''کشف الظنون'' (۲/۱۶۴۴) و ''إیضاح المکنون'' (۲/۴۵۶)۔

[3] نیز دیکھئے: ''الایقاظ'' (ص ۵۲) و ''إعلام الموقعین'' (۲/۳۴۴)۔

جب تک ہماری دلیل کا علم نہ ہو کسی کے لئے ہمارے قول پر فتویٰ دینا حلال نہیں۔

اسی طرح ''بستان المحدثین'' میں ہے [1] اور یہی بات امیر یمانی رحمہ اللہ نے ''ارشاد النقاد'' (ص٦٠) میں بھی ذکر فرمائی ہے۔

امام سبکی رحمہ اللہ اپنی ''طبقات'' (۲۴۳/۱) میں فرماتے ہیں: یہ دونوں یعنی ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ اپنے امام صاحب (ابو حنیفہ) رحمہ اللہ کے اصول کی مخالفت کیا کرتے تھے۔

غزالی رحمہ اللہ ''المنخول'' میں فرماتے ہیں کہ: ان دونوں نے دو تہائی مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے۔ ''مقدمہ شرح الوقایۃ'' (ص۸) از عبد الحی۔

دیار مصر کے مفتی عبد القادر [2] ''التحریر المختار لرد المختار'' (۱۱/۱) میں فرماتے ہیں: ان میں سے ہر ایک کے کچھ اصول ہیں جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصولوں کے خلاف اور ان سے منفرد ہیں۔

اور الدبوسی حنفی نے اپنی کتاب ''تأسیس النظر'' (ص۱۳-۳۱) میں ذکر کیا ہے: ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے دونوں شاگردوں کے مابین اختلاف ہے، اور اسی طرح ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ کے مابین اختلاف ہے' اسی طرح ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے مابین اختلاف ہے، اور اس سلسلہ میں تفصیل سے مثالیں وغیرہ ذکر کی ہیں۔

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''تاریخ بغداد'' (۳۵۵/۱۴) میں یحییٰ بن معین کی سند سے ذکر کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے: قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ اہل الحدیث سے محبت کرتے تھے اور ان کا میلان انہی کی طرف تھا۔

اور (۳۵۵/۱۴) ہی میں عمرو الناقد رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے: میں اصحاب الرائے میں سے کسی سے روایت کرنا پسند نہیں کرتا' سوائے ابو یوسف رحمہ اللہ کے' کیونکہ وہ

---

[1] از شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبوع بزبان اردو، نیز ''الحطۃ'' (ص۲۳) پر میرا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں۔

[2] سنہ (۱۳۲۳ھ) میں وفات پائی' آپ کی سوانح ''الاعلام'' از امام زرکلی (۴۶/۴) میں موجود ہے۔

صاحب سنت تھے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' (۲۹۳/۱) میں اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''تاریخ بغداد'' (۳۵۴/۱۴) میں محمد بن سماعہ رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے: میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ان کی وفات کے روز فرماتے ہوئے سنا- اسی طرح یحییٰ بن یحییٰ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے ابو یوسف رحمہ اللہ کو ان کی موت کے روز فرماتے ہوئے سنا-:

''كل ما أفتيت به فقد رجعت عنه إلا ما وافق الكتاب والسنة''۔

میں اپنے تمام فتوؤں سے رجوع کرتا ہوں' سوائے اس کے جو کتاب وسنت کے موافق ہے۔

ان تمام تصریحات سے معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ کے اکثر شاگردان دین میں مقلد نہ تھے' اور ان کے زمانے میں کسی معین شخص کا کوئی مذہب تھا ہی نہیں' جس کی تقلید کی جاتی رہی ہو' بلکہ وہ لوگ پیش آمدہ مسائل میں کتاب وسنت ہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے' اور انہیں کسی کی تقلید کے بغیر مستقل طور پر سمجھتے تھے۔

اور اہل الحدیث کا وہی مذہب ہے جس طرف انہوں نے رجوع کیا تھا' اور اس کے علاوہ دیگر چیزوں سے اپنی وفات کے وقت توبہ کر لیا تھا' اور اسی پر ان کی موت ہوئی تھی' رحمہم اللہ تعالیٰ جمیعا[1]۔

نویں دلیل: بلند پایہ[2] اور ماہر علماء افاضل کی ایک بڑی تعداد نے مذہب پرستی اور تقلید وتعصب سے توبہ کر کے اہل الحدیث کا مذہب اختیار کر لیا تھا، انہی میں سے امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ بھی ہیں' انہوں نے اپنے شاگرد ادفوی رحمہ اللہ سے کاغذ مانگا اور اپنے مرض الموت میں اس پر کچھ لکھ کر اپنے بستر تلے رکھ دیا' آپ کی وفات کے بعد جب لوگوں نے اسے نکالا تو دیکھا کہ آپ

---

① ہم بھی دعا گو ہیں کہ اللہ ہمیں اپنے فضل وکرم سے اسی منہج پر موت عطا فرمائے۔

② لفظ ''الفطاحل'' القاموس المحیط سے موازنہ فرمائیں (ص ۱۳۴۸)۔

نے اس میں تقلید کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔

ایسے ہی امام غزالی رحمہ اللہ ہیں' انہوں نے اپنی وفات کے دن ''صحیح البخاری'' کو اپنے سینے پر رکھا، اور یہ کہتے جارہے تھے کہ میں توبہ کرتا ہوں اور جو کچھ ''صحیح البخاری'' میں ہے' اس پر مرتا ہوں''[1]۔ اللہ کی ان پر رحم اوران کی مغفرت فرمائے۔

ایسے ہی شیخ الاحناف امام مُلاّ علی القاری رحمہ اللہ ہیں' جنہوں نے اپنے توبہ کا ذکر اپنی کتاب ''إعراب القاری علی اَول باب البخاری[2]'' میں کیا ہے۔

ایسے ہی علامہ منصور بن محمد تمیمی رحمہ اللہ ہیں' جو حنفی تھے' پھر توبہ کر کے تقلید ترک کر دیا اور عامل بالحدیث ہوگئے اوراسی حال میں وفات پائے[3]۔

ایسے ہی حافظ ابن الرومیہ اندلسی رحمہ اللہ ہیں' جو مالکی تھے پھر توبہ کر کے تقلید ترک کر دیا' اور مذہب اہل حدیث اختیار کر لیا' اوراسی حال میں وفات پائے۔

ایسے ہی شیخ احمد بن ابراہیم الواسطی رحمہ اللہ ہیں' جو شافعی تھے' پھر توبہ کر کے تقلید ترک کر دیا اور اہل الحدیث کا مذہب اختیار کر لیا۔

ایسے علامہ ابن المقریزی احمد بن علی رحمہ اللہ ہیں' جو حنفی تھے' پھر توبہ کر کے تقلید اور مذہب پرستی ترک کر دیا اور عمل بالحدیث کا منہج اختیار کر لیا۔

ایسے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ہیں' جو حنفی تھے' پھر توبہ کر کے تقلید ترک کر دیا' اوراہل الحدیث

---

[1] اس خبر کی نص ''طبقات السبکی'' (۴/ ۱۰۹-۱۱۱) میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز دیکھئے: ''الصفدیۃ'' از ابن تیمیہ رحمہ اللہ (ص ۲۱۱) و''البدایۃ والنھایۃ'' از ابن کثیر رحمہ اللہ (۱۲/ ۱۷۴)۔

[2] جامعہ اسلامیہ مدینہ کی لائبریری میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے، (نمبر ۱۵۹۰/ ۲۴)۔

[3] امام ذہبی رحمہ اللہ ''السیر'' (۱۹/ ۱۱۶) میں فرماتے ہیں: ''اہل الحدیث والسنۃ والجماعۃ کے لئے بڑے متعصب تھے' مخالفین کی نگاہوں میں کانٹے کی طرح چبھتے تھے' نیز اہل سنت کے لئے حجت تھے''۔

نیز دیکھئے: ''الانساب'' (۷/ ۱۳۹-۱۴۰)۔

کا منہج اختیار کرلیا، رحمہ اللہ۔

اور ''تاریخ ابن خلکان'' (۱/ ۴۵۷) میں ہے کہ: ابو جعفر محمد بن احمد رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: میں نے مسلک حنفی پر فقہ سیکھا' پھر جس سال حج کیا' مسجد نبوی ﷺ میں نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا' میں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے مذہب حنفی پر فقہ حاصل کیا ہے' کیا میں اس پر عمل کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''نہیں''۔ بات ختم ہوئی۔

اور (۱/ ۳۰۱) میں ہے کہ ابو سعد عبد الکریم الفقیہ رحمہ اللہ حنفی المذہب تھے' پھر جب حج کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے' تو وہاں حجاز میں انہیں مذہب اہل الحدیث کی طرف منتقل ہونے کے اسباب ظاہر ہوئے [1]۔

اور (۱/ ۴۴۵) میں ہے کہ مبارک بن ابو طالب الوجیہ النحوی رحمہ اللہ نے پہلے حنفی مسلک پر فقہ حاصل کیا' پھر مذہب اہل الحدیث اختیار کرلیا۔

اور (۱/ ۴۳۶) میں ہے کہ ابو حامد محمد بن یونس الفقیہ رحمہ اللہ نے مسلک حنفی چھوڑ کر مسلک حدیث اختیار کرلیا۔

اور (۳/ ۸۶) میں ہے کہ سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ حنفی المسلک تھے... آگے فرماتے ہیں کہ: سلطان رحمہ اللہ نے حنفی مسلک چھوڑ کر مسلک حدیث اختیار کرلیا۔

اوران جیسے توبہ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے [2] ایسے لوگ ہر زمان و مکان میں رہے ہیں' جن کا شمار اللہ ہی کے بس میں ہے' اور نسل بہ نسل ہمیشہ ہمیش' اور آج تک حق پر قائم رہیں گے؛ ﴿فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾ عمل کرنے والوں کا اجر کیا خوب ہے۔

---

[1] دیکھئے: ''السیر'' (۲۰/ ۴۵۶)۔

[2] ان میں سے ایک بڑی تعداد رسالہ ''التحول المذھبی'' مصنفہ برادر گرامی فضیلۃ الشیخ بکر ابو زید رحمہ اللہ میں ملاحظہ فرمائیں، اور جن چند لوگوں کا تذکرہ یہاں کیا گیا ہے' ان میں سے کچھ لوگ موصوف کی کتاب سے زائد ہیں' لہٰذا مکمل فرمالیں۔

دسویں دلیل: ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے زمانے یا ان کے بعد کے ائمہ اعلام اور علماء عظام جیسے شعبہ' ابن وکیع' ابن المدینی' ابوحاتم الرازی' ابوزرعہ الرازی' ابن عدی' ابن مندہ' دارقطنی' ابن حبان' ابن خزیمہ' خطیب بغدادی' ابن الجوزی' ذہبی' شیخ الاسلام ابن تیمیہ' ابن القیم' ابن جریر طبری' ابن کثیر اور ان کے علاوہ بے شمار علماء رحمہم اللہ جمیعاً جن کا صحیح شمار اللہ ہی کے بس میں ہے۔

اور ایسے ہی ''صحاح ستہ''[1] کے مصنفین: امام الائمہ رئیس المحدثین امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداود' امام نسائی' امام ابن ماجہ اور امام ترمذی رحمہم اللہ۔

اور ان جیسے دیگر تمام متقدمین و متاخرین محدثین کرام، یہ سب کے سب اہل الحدیث کے مذہب پر قائم تھے' یہ مقلد نہ تھے' اور نہ ہی انہوں نے مذاہب اربعہ میں سے کسی کا مذہب اپنایا تھا' اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ سب ناقدین حدیث میں تھے' انہوں نے اپنی تصنیفات میں ائمہ اربعہ کے مسائل پر[2] بھی نقد کیا ہے۔

اگر اس مسئلہ میں مقلدین عدل وانصاف کی نگاہ سے دیکھیں' اور ائمہ و محدثین کے حالات اور اوائل سابقین مسلمانوں کے اعمال کا جائزہ لیں تو انہیں اس بات کا یقینی علم ہو جائے گا کہ وہ سبھی مذہب اہل الحدیث پر قائم تھے' اور تقلید کے بغیر مستقل فہم کے ساتھ کتاب وسنت کی اتباع' اور سابقین اولین مہاجرین وانصار کے راستہ کی پیروی پر ان کا اتفاق تھا' نیز وہ اور ان کے متبعین نسل در نسل' آج تک مذہب اہل الحدیث پر گامزن ہیں[3]۔

---

[1] کتب ستہ کو ''صحاح'' کہنا محل نظر اور اس میں تساہل ہے' اس کی معرفت کے لئے ''الحطۃ'' پر میرا مقدمہ (ص ۱۱) ملاحظہ فرمائیں۔

[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں ''بعض لوگ'' کہہ کر جو تعریض فرمائی ہے' اس سے بھی اس کی طرف کچھ اشارہ ملتا ہے۔

[3] اور یہ ان کے اہل حق ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے' کیونکہ اس طور پر وہ لوگوں میں تنہا جماعت ہوگی جو آج تک اللہ کے حکم پر قائم ہے۔ مزید آگے کی دلیلیں ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ ان سابق الذکر متواتر خبروں کے ذریعہ جو علم ضروری کی موجب ہیں' یہ چیز بدیہی طور پر حق ثابت ہوگئی کہ "طائفہ اہل حدیث اور ان کا طریقہ پانچواں اور نیا مذہب نہیں ہے"۔

بلکہ وہ لوگ آغاز اسلام ہی سے اُس اصل اسلام پر قائم ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ قائم تھے' اور ان کی پہلی کڑی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ جیسا کہ تفصیل سے اس کا بیان ہوا۔ اور در حقیقت ابتدائے اسلام سے یہی لوگ کتاب وسنت پر پختہ گامزن ہیں' کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ سے جو چیزیں اخذ کی تھیں' وہ مبنی بر صحت وصداقت تھیں' اس لئے آپ نے اُن کے ہاتھوں جو کچھ بھی انجام پایا' اپنے عہد مبارک سے لیکر قیامت تک کے لئے' اس کی حقانیت کی شہادت مرحمت فرما دی تھی۔

اور اس کی سب سے بڑی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"لا تزال طائفة من أمتي قائمة على الحق، لا يضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله" رواه البخاري ومسلم[1]۔

میرے امت کا ایک طائفہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، اُنہیں ان کے مخالفین زک نہ پہنچا سکیں گے' یہاں تک اللہ کا حکم آجائے گا۔

اور یہ طائفۂ اہل حدیث ہے' جیسا کہ قدیم وجدید جمہور علماء اعلام نے اسے ثابت کیا ہے' جیسا کہ ان کے اقوال کا بیان آگے آئے گا، فللہ الحمد علی ذلک۔

یہ ہماری مکمل دس دلیلیں ہوئیں۔

---

[1] اس کی مفصل تخریج ص (۱۵۳) پر آئے گی، ان شاء اللہ۔

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا احترام واجب ہے

حیرت واستعجاب کی بات یہ ہے کہ مقلدین اگر کسی کو دیکھتے ہیں کہ انہیں اتباع سنت کی رغبت دلا رہا ہے اور تقلید سے ہٹا رہا ہے' تو اس کی طرف غیر مناسب باتیں منسوب کرتے ہیں' جھوٹے الزامات کی بوچھار کر دیتے ہیں! اور دھوکہ دینے کے لئے آپس میں ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالنے لگتے ہیں! اور کہتے ہیں کہ تقلید کی مذمت سے اس کا مقصد ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی توہین وتنقیص ہے!!

اے اللہ تیری ذات پاک ہے' یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

ان مسکینوں کو اتنا بھی شعور نہیں کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے خود ہی اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ کسی معین مذہب کی شخصی تقلید حرام' شرک کا ذریعہ [1] اور ایسا کرنے والوں کو بدعت بلکہ ہلاکت وتباہی کے گڑھے میں ڈال دینے والی ہے۔

لہٰذا تقلید تو خود ائمہ اربعہ کی زبانی مذموم ہے' بلکہ تمام ائمہ یہاں تک کہتے تھے کہ: مقلد کو تقلید سے توبہ کرایا جائے گا؛ جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ جو ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول کو اپنا کر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول ترک کر دے اس سے توبہ کرائی جائے گی!

تو اس کا کیا حال ہوگا جو امام نخعی یا ان سے کمتر کی بات کو اپنا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قول کو ٹھکرا دے؟!!

لہٰذا جو کتاب وسنت کو حجت نہ مانے اور ائمہ اربعہ کے منع کردہ تقلید وتعصب اور مذہب پرستی کا

---

[1] یہ اس صورت میں جب مقلد کسی معقول تاویل کے بغیر' شرعی دلائل کو ٹھکراتے ہوئے اپنے مقلَّد (امام) کی رائے کو صریح کتاب اور یا صریح سنت پر مقدم کرے۔

مرتکب ہو وہ ائمہ ٔ اربعہ کے منہج پر نہیں ہوسکتا' بلکہ وہ ان کا مخالف ہے' اور یہ درحقیقت مقلدین کی طرف سے ائمہ اربعہ کی تنقیص وتوہین ہے۔

بلکہ تقلید اور مذہب پرستی کی ممانعت نیز کتاب وسنت سے ہدایت یابی میں اُن کے طریقے پر درحقیقت ہم ہیں' ۔اور یہی چیز قول وکردار دونوں حیثیتوں سے ان کے موافق ہے۔لہٰذا اُن کی قدر ومنزلت اور عظمت شان کی توہین وتنقیص چہ معنیٰ دارد؟

ناقدری اور توہین تو حقیقت میں وہ کررہا ہے جو ان کی تقلید اور مذہب پرستی کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور کھلم کھلا ان کے طریقہ کا اولین مخالف بھی ہے۔

اور کوئی امام کی اس مخالفت کا انکار نہیں کرسکتا' اور اگر ایسا نہیں ہے' تو یہ گھوڑا اور یہ میدان حاضر ہے' آؤ آج زور آزمائی ہو جائے! ہم بے شمار اصولی وفروعی مسائل میں مقلد کے اپنے اُس امام کی مخالفت ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں' جس کی تقلید کا وہ زبانی دعویدار ہے لیکن اپنے کردار سے اس کا مخالف ہے۔

یہ قوم کی کتابیں موجود ہیں' جو ایسے احکام ومسائل پر مشتمل ہیں جن کے نام بھی اماموں کے کان تک نہیں پہنچے' نہ ہی انہوں نے وہ باتیں کہی ہیں' بلکہ یہ باتیں ان پر گھڑلی گئی ہیں' قیامت کے دن وہ اس سے بری ہوں گے،اور اگر اس زمانہ میں زندہ ہوتے اور اپنی طرف منسوب کردہ یہ جھوٹی فقہی تفریعات' مسائل اور احتمالات وقیاس آرائیاں دیکھتے تو علی رؤوس الاشہاد باآواز بلند چیخ پڑتے کہ یہ مسائل ہم پر جھوٹ ہیں! اور جلدی نہ کریں ان شاء اللہ قیامت کے دن انہیں ضرور چیختا ہوا پائیں گے،جیسا کہ مُلّا معین الدین حنفی رحمہ اللہ نے ''دراسات اللبیب'' میں فرمایا ہے: کہ جب ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے حدیث ثابت ہوجانے بلکہ اپنی دلیل کے ضعیف ہونے کی صورت میں مطلق طور پر اپنے اقوال سے اظہار براءت فرمائی ہے تو اب اس طرح کے مسائل میں جو بھی ان کے قول پر مصر رہے گا' ائمہ ٔ کرام پر اس کا کوئی گناہ نہیں' بلکہ قیامت کے روز

سب سے پہلے اُن سے بیزار ہونے والا ان کا امام ہوگا' لہٰذا اگر چاہیں تو اللہ عزوجل کا یہ فرمان پڑھ لیں:

﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ○ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّؤُوا مِنَّا كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ﴾ [1]۔

جس وقت پیشوا لوگ اپنے تابعداروں سے بیزار ہو جائیں گے اور عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور کل رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے۔ اور تابعدار لوگ کہنے لگیں گے' کاش ہم دنیا کی طرف دوبارہ جائیں تو ہم بھی ان سے ایسے ہی بیزار ہو جائیں جیسے یہ ہم سے ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال دکھائے گا ان کو حسرت دلانے کو۔

آیئے اب اس سے بھی بڑا جھوٹ دیکھئے: کیونکہ مقلد۔ مسلکی تعصب کے سبب۔ رسول مرسل ﷺ پر بھی جھوٹ کا طومار باندھتا ہے' اور مسلک کی تائید میں حدیثیں وضع کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا' وہ وضع کرنے والا گنہگار اور کمینہ متعصب کہتا ہے:

قال ﷺ : يكون في أمتي رجل يقال له: أبو حنيفة رحمه الله، وهو سراج أمتي، وإن سائر الأنبياء يفتخرون بي' وأنا أفتخر بأبي حنيفة، من أحبه فقد أحبني ومن أبغضه فقد أبغضني، ويكون في أمتي رجل يقال له محمد بن إدريس، أضر على أمتي من إبليس'' [2] !!

---

① سورۃ البقرۃ:۱۶۶۔

② ان جھوٹی روایات پر تنقید اور ان کے ابطال کے لئے دیکھئے: ''التنکیل'' (۱/۴۴۶-۴۴۹) از علامہ معلمی رحمہ اللہ و''الموضوعات'' (۲/۴۸) از امام ابن الجوزی رحمہ اللہ۔

نیز بطور استفادہ ملاحظہ فرمائیں: کتاب ''بیان تلبیس المفتری محمد زاھد الکوثری'' (ص ۱۳۷-۱۳۸) از احمد بن صدیق غماری، میری تحقیق شدہ۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ایک شخص ہوگا' جس کا نام ابوحنیفہ ہوگا' وہ میری امت کا چراغ ہے' اور سارے انبیاء علیہم السلام مجھ پر فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہ پر فخر کرتا ہوں' جس نے اس سے محبت کیا اس نے مجھ سے محبت کیا' اور جس نے اس سے نفرت کیا اس نے مجھ سے نفرت کیا' اور میری امت میں ایک اور شخص ہوگا جس کا نام محمد بن ادریس ہوگا' جو میری امت کے لئے ابلیس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوگا۔

نعوذ باللہ من ذلک۔

اور یہ کہ امام مہدی علیہ السلام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کریں گے' اور عیسیٰ علیہ السلام چاروں مسلکوں میں سے کسی مسلک کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے [1]!!

حتیٰ کہ شیخ ابوحفص کبیر جو علماء احناف میں سے ہیں' ان کے زمانے میں ایک شخص اپنا مسلک چھوڑ کر عامل بالحدیث ہوگیا' امام کے پیچھے قراءت اور اسی طرح رکوع وغیرہ کے وقت رفع یدین کرنے لگا' جب شیخ موصوف کو اس بارے میں بتلایا گیا تو شیخ بڑے غضبناک ہوئے' اور بادشاہ کو حکم دیا اور بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ صیارفہ کے پاس اُس شخص کی پٹائی کرے!! ''فتاویٰ حمادیہ'' و''فتاویٰ تاتارخانیہ'' و''ارشاد'' (ص۱۸۶، حاشیہ نمبر۱)۔

اسی چیز میں جو ہم نے ذکر کیا ہے' اکثر علماء مذاہب واقع ہوتے ہیں' لوگوں کو حدیث نبوی پر عمل کرنے سے روکتے ہیں' اسی لئے شیخ الاسلام عبدالرحمٰن ابوشامہ رحمہ اللہ [2] نے ذکر فرمایا ہے: کہ ہمارے زمانے کے فقہاء نے احادیث وآثار کی کتابوں کو پڑھنے' ان کے فقہ ومعانی میں تحقیق وجستجو

---

[1] دیکھئے: ''الحاوی للفتاویٰ'' (۲/۳۳۰) و''الإشاعۃ لأشراط الساعۃ'' (ص۲۲۱-۲۲۲) و''حاشیۃ ابن عابدین'' (۱/۵۳) و''الإذاعۃ لما کان وما یکون بین یدي الساعۃ'' (ص۱۶۲-۱۶۳) و''بدعۃ التعصب المذھبي'' (ص۷۰-۷۴) ومقدمۃ ''مختصر صحیح مسلم'' (۴-۱۳)۔

[2] سنہ (۶۶۵ھ) میں وفات پائے، آپ کی سوانح ''البدایۃ والنھایۃ'' از امام ابن کثیر (۳/۲۵۰) و''فوات الوفیات'' از امام ابن شاکر الکتبی (۱/۲۵۲) میں موجود ہے۔

کرنے اور عمدہ کتابوں کے مطالعہ کو حرام قرار دیا ہے[1]!!! إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

چنانچہ ائمہ ٔ اربعہ اور امت کے دیگر مجتہدین و مجددین کے بارے میں جن کے علم، فضل، تقویٰ، خشیت الٰہی، زہد و ورع، اخلاص فی الدین اور ترک بدعات و محدثات اور تقلید و تعصب پر علماء کا اتفاق ہے، ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ ان شاء اللہ وہ رب العالمین کے یہاں اس امت کے سب سے محترم نیز اس مخلوق کے چیدہ و چنندہ اور افضل ترین لوگ ہیں، وہ بذات خود صراط مستقیم پر گامزن تھے اور انہوں نے اپنے زمانے کے اور جنہوں نے بھی ان سے استفادہ کیا ہے، ان سب کو اپنی اور غیروں کی تقلید اور مذہب پرستی سے منع فرمایا ہے، نیز انہیں کتاب و سنت کو حرز جاں بنانے کی رہنمائی فرمائی ہے، جیسا کہ ان بزرگوں کے حوالے سے خود ان کے مقلدین کی کتابوں میں منقول ہے، چہ جائیکہ دوسروں کی کتابیں ہوں۔

یہ ہے ائمہ اسلام رحمہم اللہ کا طریقہ و منہج۔

اور اللہ کی پناہ کہ کوئی مسلمان ائمہ ٔ دین میں سے کسی امام کے بارے میں جو اپنے علم اور زہد و تقویٰ سے معروف ہو، محض اس لئے طعنہ زنی کرے کہ وہ اپنی اور اپنے علاوہ کی تقلید سے منع کرتا ہے، یا اس کے احوال و افعال کو دیکھے بغیر کسی مسئلہ میں اس کے بارے میں بدگمانی رکھے، یہ کام تو وہی شخص کر سکتا ہے جس کی بصیرت حق کی بینائی جاتی رہے۔

لہٰذا اللہ اُسے برباد کرے جو ان کی توہین و تنقیص اور ناقدری کو جائز سمجھے، اور ہاں اللہ اسے بھی برباد کرے جو کتاب و سنت کو جانتے ہوئے، آیت و حدیث پہنچنے کے باوجود اور حق کے ظہور اور

---

[1] امام ابوشامہ رحمہ اللہ کی ''مختصر المؤمل فی الرد إلی الأمر الأول''، تحقیق برادر فاضل شیخ صلاح الدین مقبول احمد وفقہ اللہ، ملاحظہ فرمائیں، کیونکہ اس میں اس طرح کی بے شمار باتیں موجود ہیں جن سے مقلدین کی حالت زار سے پردہ اٹھتا ہے۔

نوٹ: اس کتاب کا اردو ترجمہ اللہ کی توفیق سے راقم کے قلم سے بعنوان ''راہ اتباع'' مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، کھیڈرتا گری کی جانب سے شائع ہو چکا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔ (مترجم ع س م)

مسلک کے بطلان کے بعد بھی' حیلہ سازی کرے اور اللہ عزوجل اور رسول گرامی۔آپ پر ہزاروں درود و سلام نازل ہوں۔کی باتوں پر لوگوں کی آراء اور مسالک کو مقدم کرے اور خواہ ایک مسئلہ میں ہی سہی کتاب وسنت کو ٹھکرائے' اپنے مسلک کے مطابق ان کی تاویل و توجیہ کرے' اور اجتہادات' آراء اور قیاسات کو کتاب وسنت پر پیش کرنے کے بجائے کتاب وسنت کو اُن پر پیش کرے۔

کیونکہ دین اسلام کی اجنبیت اور مسلمانوں کے درمیان سے اسلام کے مٹ جانے کا سب سے بڑا سبب یہی ہے۔ فإنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

اور اے سچے مسلمان! اللہ کی قسم ہے بھلا بتاؤ کہ آخر ان میں جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ کی زبان مبارک سے آپ کی حدیثیں اور کلام الٰہی کی آیتیں سن کر آپ کی مخالفت کرتے تھے' اور جو آج آپ ﷺ کی موت کے بعد [1] آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور حدیث صحیح یا آیت قرآنی پر عقل و رائے کو مقدم کرتے ہیں' کیا فرق ہے؟ جبکہ وہ اس آیت کریمہ کو قرآن کریم میں اور حدیث مبارک کو مشرق و مغرب کے تمام علماء اسلام کے یہاں معتمد و معتبر سنت مطہرہ کی صحیح کتابوں میں پاتے ہیں اور اس سے واقف کار ہوتے ہیں؟!!

اور حق کے بعد گمراہی سے سوا اور کیا باقی رہ جاتا ہے۔

بہر حال جس کا خیال یہ ہو کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ آراء و اقوال پر مبنی مسائل میں آج کل کے مقلدین کے طور طریقے پر قائم تھے' وہ خطا کار ہے اور اس کی بات نہایت لغو اور باطل ہے' کیونکہ وہی درحقیقت ائمہ اربعہ کی توہین کرنے والا اور ان کے اقوال و فرمودات سے خارج ہے۔

کیونکہ یہ مسائل جن سے مقلدین کی کتابیں بھری پڑی ہیں' انہیں ائمہ اربعہ میں سے کسی نے

---

[1] علامہ تقی الدین السبکی رحمہ اللہ اپنے نفع بخش رسالہ "معنی قول الامام المطلبی: إذا صح الحدیث فھو مذھبی" (۳/۱۰۲، ضمن مجموعۃ الرسائل المنیریۃ) فرماتے ہیں: "...ذرا انسان اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھ کر دیکھے کہ کیا آپ کی حدیث سننے کے بعد اس پر عمل کرنے میں تاخیر کی جرأت کر سکتا ہے؟ نہیں اللہ کی قسم!... ہر شخص اپنی ذات کے مطابق مکلف ہے"۔

سرے سے لکھا ہے، نہ کبھی کسی نے ان پر عمل کیا ہے، بلکہ وہ ان پر جھوٹ وضع کردہ ہیں، جیسا کہ امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ وغیرہ کے قول میں اس کا تفصیلی بیان ہو چکا ہے۔

یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں فقہ میں ان کی کوئی کتاب نہیں ہے، اور ''الفقہ الاکبر''① کے بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ ان کی کتاب ہے! وہ عقائد میں ہے، نہ کہ فروع میں، برخلاف احناف کے، اور ایسے ہی آپ کی ''مسند''② کا جو ذکر آتا ہے وہ حدیث میں ہے، نہ کہ فقہ میں، اس سے قطع نظر کہ اس میں بہت سی چیزیں قابل ملاحظہ ہیں!!

امام مالک رحمہ اللہ کی صرف ایک کتاب ہے ''الموطأ'' وہ بھی آج کی مروجہ فقہ میں نہیں، بلکہ حدیث میں ہے، جب کہ مالکیہ اس کی طرف توجہ دیتے ہیں نہ اس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں!

امام شافعی رحمہ اللہ کی بھی فروع میں کوئی مستقل کتاب نہیں ہے، آپ کی کتاب ''الأم'' اور ''الرسالۃ'' اصول فقہ میں ہیں، باوجودیکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب کے کئی مسائل میں غلطی کا اقرار فرمایا ہے اور اپنی زندگی میں ان سے رجوع بھی فرمایا ہے، جیسا کہ آپ کے جلیل القدر شاگرد امام بویطی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

---

① امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ کتاب ابومطیع بلخی کی طرف منسوب ہے، جو حد درجہ ضعیف ہے! استاذ گرامی شیخ البانی رحمہ اللہ ''مختصر العلو للعلي العظیم'' (ص ۱۳۶) میں فرماتے ہیں: ''...کتاب ''الفقہ الاکبر'' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے برخلاف جو احناف کے یہاں مشہور ہے''۔

② یہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ''سترہ مسانید'' میں سے ایک ہے!

علامہ معلمی رحمہ اللہ ''التنکیل'' (۲۱۴/۱) میں اس مسند کی بابت فرماتے ہیں: ''...ان مسانید کے زیادہ تر جمع کرنے والے بعد کے لوگ ہیں، ان میں سے ایک جماعت جھوٹ سے متہم ہے، اور جو ان میں سے متہم نہیں ہے، زیادہ تر ایسا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تک اس کی سندوں میں ایسے لوگ ہیں جن کی روایتیں ناقابل اعتماد ہیں''!

نیز ''التنکیل'' (۹۰/۱) میں اس کی بابت فرماتے ہیں: ''اس کا جمع کرنے والا مجروح ہے...''۔

نیز دیکھئے: مقدمہ ''تعجیل المنفعۃ'' (ص ۵-۶)۔

”قد ألفت هذه الكتب ولم آل فيها، ولابد أن يوجد فيها الخطأ؛ لأن الله تعالىٰ يقول: ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴾ [1] فما وجدتم في كتبي هذه ممايخالف الكتاب والسنة فقد رجعت عنه“[2]۔

”الآداب الشرعیہ“ (۳/۱۵۴)۔

میں نے اِن کتابوں کی تالیف میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہے، لیکن پھر بھی اُن میں غلطی کا پایا جانا ضروری ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾۔

اگر یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کی جانب سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

لہٰذا میری ان کتابوں میں تمہیں جو بھی باتیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے خلاف ملیں میں اُن سے رجوع کرتا ہوں۔

اور رہا مسئلہ متفقہ طور پر ائمہ اہل سنت کے امام، احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا تو آپ نے فقہ میں ایک حرف بھی نہیں لکھا ہے، سوائے آپ کی عظیم ”المسند“ کے جو حدیث میں ہے۔

امام موصوف رحمہ اللہ اتباع سنت کے حریص تھے اور تقلید (شرعی ضوابط سے دور) اجتہادات اور آراء سے سختی سے منع فرماتے تھے۔

اسی طرح ابن خلدون فرماتے ہیں[3]: ”رہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تو آپ کے مقلدین کی تعداد بہت کم ہے، کیونکہ آپ کا مذہب اجتہاد سے دور تھا، اس کی بنیاد روایت حدیث پر قائم تھی، وہ سنت کی سب سے زیادہ حفاظت اور حدیث کی سب سے زیادہ روایت کرنے والے تھے۔

اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا میں سنت اور اہل سنت باقی نہ رہتے۔

---

① سورۃ النساء:۸۲۔

② دیکھئے: (ص:۷۰،۷۱)۔

③ ”مقدمہ ابن خلدون“ (۳/۱۰۵۱)، میں اس کی نص کی اصلاح کی ہے۔

آپ کی زندگی کے دلدوز واقعات مشہور اور سیرت و سوانح کی کتابوں میں مذکور ہیں [1]۔

لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا احترام واجب ہے' ان کی شان بلند ہے' ان کا فضل بڑا ہے اور ان کا علم وسیع ہے۔

کتاب اللہ اور سنت مطہرہ سے ہدایت یابی اور ان کے مستقل فہم نیز دین میں کسی کی تقلید یا کسی کی مذہب پرستی کی حرمت کے منہج پر گامزن ہونے کے سبب حق خالص ان کے ساتھ تھا' لیکن مقلدین اپنے ائمہ کی تقلید کی بنا پر کتاب و سنت کے نصوص کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

اور تقلید ہی کے دروازے سے اکثر بدعات و خرافات دین میں داخل ہوئی ہیں' جنہیں نام نہاد درباری علماء اپنے مذہب کی کتابوں میں ذکر کر کے اُن کی مشروعیت پر حجت پکڑتے ہیں اور ان باتوں کو اپنے ائمہ کی طرف یہ کہتے ہوئے منسوب کرتے ہیں کہ یہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی فقہ ہے!!!

حاشا وکلا! یہ ائمہ اربعہ کی فقہ قطعاً نہیں ہے' اور نہ ہی ائمہ اربعہ کی طرف منسوب اور ان کے مذہب کی کتابوں میں منقول تمام چیزوں کی نسبت ان کی طرف ثابت ہے! بلکہ ان میں سے زیادہ یا تمام تر باتیں ان کے متبعین میں سے جن پر رائے کا غلبہ ہے' ان کی کارستانیاں ہیں۔

میں علی رؤوس الاشہاد ببانگ دہل کہتا ہوں کہ جو اس بات کا دعویٰ کرے کہ فلاں بات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا امام مالک رحمہ اللہ سے یا امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے اسے چاہئے کہ مطلوبہ تمام شرائط کی روشنی میں اس کی سند صحیح کر لے! اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ ان کے بس میں ہے [2]،

﴿وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ [الاسراء:۸۸]۔

اگر چہ سب آپس میں ایک دوسرے کے حامی و معاون بھی ہو جائیں۔

---

① آپ کے مناقب کے سلسلہ میں امام ابن الجوزی رحمہ اللہ کی ایک بڑی جلد ہے۔

② اور علم و دین کے تمام مسائل میں حق کے مخالفین کا یہی حال ہے' وہ جاہل و عاجز ہوتے ہیں' دونوں وحیوں (کتاب وسنت) کے مخالف اور ائمہ سنت کی راہوں سے منحرف ہوتے ہیں۔

مروجہ مذاہب کا ایک تاریخی جائزہ

اے طالب حق اور دین میں مخلص!

یہ جو بات کہی جاتی ہے کہ دین اسلام صرف ان مروجہ مذاہب کی تقلید میں محصور ہے! لہٰذا جس نے ان کی تقلید اور ان میں سے کسی ایک کے اپنانے سے گریز کیا وہ۔خواہ نماز پڑھے' روزہ رکھے' حج کرے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔صراط مستقیم سے خارج ہے!!

یہ بات سراسر غلط ہے؛ کیونکہ مروجہ مذاہب (مسالک) خود ہی نئے ہیں' عہد نبوی میں ان کا وجود تھا' نہ صحابہ کرام و تابعین عظام کے زمانوں میں' نہ ہی تبع تابعین کے زمانہ میں' اور نہ ہی خود ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے زمانے میں!!

تو یہ مروجہ مذاہب حق و باطل کا معیار کیونکر ہو سکتے ہیں؟! جب کہ ان مذاہب کا وجود اور ان کا رواج قاضیان' حکومت' دولت' ریاست' قوت و غلبہ اور کثرت کے دباؤ کے نتیجے میں تیسری اور چوتھی صدی میں ہوا ہے؛ جیسا کہ امام ناصر السنہ الفلّانی رحمہ اللہ نے ''الإیقاظ'' (ص ۷۱) میں' نیز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ' شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ' امام جلیل ابن حزم رحمہ اللہ' امام شوکانی رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ دیگر چوٹی کے علماء نے اپنی کتابوں میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ مروجہ مذاہب کا آغاز امراء' قاضیان' رؤساء اور اہل حکومت کی خواہشات نفسانی کے نتیجے میں ہوا ہے' چنانچہ ان مذاہب کے وجود کا سبب یہ ہے کہ جب ہارون رشید بر سر خلافت ہوا تو اُس نے سنہ (۱۷۰ھ) کے بعد قاضی ابو یوسف کو منصب قضاء پر فائز کر دیا' اور اس طرح اب قاضیوں کی تعیین کا اختیار قاضی ابو یوسف کے ہاتھ میں آ گیا' چنانچہ اب بلاد عراق' خراسان' اور شام و مصر سے لیکر افریقہ کے آخری حدود تک خلیفہ ہارون رشید انہی کو قضاء کے منصب

پر فائز کرتا جنہیں قاضی ابو یوسف منظور فرماتے۔

اور ابو یوسف انہی کو قضا کی ذمہ داری سونپتے جو ان کے شاگردان اور اُن کے جدید مذہب کی طرف منسوب ہوتے' چنانچہ عام لوگوں کو مجبوراً انہی کے فتوؤں اور فیصلوں کو اپنانا پڑا' اور اس طرح ان ممالک میں حنفی مسلک رائج ہو گیا۔

اسی طرح یحییٰ کے برسر اقتدار ہونے کے سبب اندلس میں مالکی مسلک رائج ہوا' حتیٰ کہ باقاعدہ کہا گیا ہے کہ: آغاز میں دو مسلکوں کا رواج اور پھیلاؤ حکومت و سرداری کی بنیاد پر ہوا' مشرق میں حنفی مسلک اور اندلس میں مالکی مسلک۔ امام مقریزی کی ''الخطط'' اور ضبی کی ''بغیۃ الملتمس'' وغیرہ کے حوالے سے بات ختم ہوئی [1]۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ ''حجۃ اللہ البالغۃ'' (۱/۱۴۶) میں رقمطراز ہیں:

ہارون رشید کے زمانے میں قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے منصب قضاء پر فائز ہونے کے سبب عراق' خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ ممالک میں حنفی مسلک کا رواج اور اس کے قاضیوں کو فروغ ملا۔ جیسا کہ ''تاریخ ابن خلدون'' اور ''تاریخ الخلفاء'' میں ہے۔

اور امام مقریزی ''الخطط'' (۲/۳۳۳) میں فرماتے ہیں: جب ہارون رشید خلافت کے منصب پر فائز ہوئے اور سنہ ۱۷۰ھ کے بعد قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کو قضاء کی ذمہ داری سونپی تو بلاد عراق' خراسان' اور شام و مصر میں کسی نے تقلید نہ کی' سوائے اس کے جس طرف قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ اشارہ فرمائیں اور اس کا خیال کریں۔

اسی طرح جب اندلس میں حکم بن ہشام کی حکومت قائم ہوئی' اور چونکہ یحییٰ اس کے یہاں معتمد اور مقبول تھے' لہٰذا وہ اسی کو قضاء کے منصب پر فائز کرتا جسے یحییٰ منظور کرتے' لہٰذا جس طرح مشرق

---

[1] یہ تمام باتیں استاذ احمد تیمور کی کتاب ''نظرۃ تاریخیۃ فی حدوث المذاہب الاربعۃ وانتشارھا'' (۹) میں ملاحظہ فرمائیں، مصنف رحمہ اللہ اسی سے نقل فرماتے ہیں، واللہ اعلم۔

میں ابو یوسف کی وجہ سے حنفی مسلک پھیلا اسی طرح یحیٰی کی وجہ سے مالکی مسلک پھیلا۔ جیسا کہ ''بغیۃ الملتمس'' اور ''نفح الطیب'' میں ہے۔

علامہ سمعانی رحمہ اللہ کتاب ''الانساب'' جولیدن سے چھپی ہے' (۱/۵۰۳) میں فرماتے ہیں:

''مالکی'' ① یہ نسبت امام مالک رحمہ اللہ کی طرف ہے' ابراہیم بن محمود بن حمزہ مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھ سے محمد بن عبدالحکم رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارے پاس کوئی ایسا خراسانی نہ آیا جسے امام مالک رحمہ اللہ کے منہج کا تم سے زیادہ علم ہو' لہٰذا جب تم خراسان جانا تو لوگوں کو امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک کی دعوت دینا! ابراہیم بن محمود کی وفات شعبان سنہ ۳۶۹ھ میں ہوئی۔

امام مقریزی رحمہ اللہ ''الخطط'' (۳/۳۳۳) میں فرماتے ہیں: عبداللہ بن فروخ ابو محمد فارسی رحمہ اللہ کے حنفی مسلک لانے سے پہلے' افریقہ میں احادیث و سنن کا غلبہ تھا' پھر قاضی افریقہ اسد بن فرات بن سنان رحمہ اللہ نے حنفی مسلک کو مزید غلبہ دیا۔

پھر اس کے بعد جب سحنون بن سعید تنوخی رحمہ اللہ افریقہ کے قاضی مقرر ہوئے' تو انہوں نے افریقہ میں مالکی مسلک کی نشر واشاعت کی' پھر معز بن بادیس نے تمام اہل افریقہ کو دیگر مسالک چھوڑ کر صرف مالکی مسلک اختیار کرنے پر آمادہ کیا' چنانچہ اہل افریقہ و اہل اندلس بادشاہ وقت کی نوازشات کی خواہش اور دنیا طلبی کی لالچ میں مالکی مسلک کی طرف پلٹ گئے اور آج تک اسی پر قائم ہیں' کیونکہ ان تمام شہر و دیہات میں قضاء و افتاء کا منصب اسی کو ملتا تھا' جو مسلک مالکی کے مطابق فقیہ ہو' چنانچہ عوام کو مجبوراً انہی کے احکام و فتاوے اختیار کرنے پڑے' اور وہاں مالکی مسلک اس طرح پھیلا کہ تمام ممالک پر چھا گیا' جیسا کہ مشرقی ممالک میں حنفی مسلک چھا گیا تھا' چنانچہ ابو حامد اسفرائینی رحمہ اللہ نے جب خلیفہ قادر باللہ ابو العباس احمد کے زمانے (سنہ ۳۹۳ھ) میں حکومت

① اصل نسخہ میں عبارت بہت زیادہ محرف ہے' میں نے اسے ''الانساب'' (ورقہ ۵۰۴- قلمی نسخہ) سے درست کیا ہے۔

میں جگہ بنائی میں تو بلاد شام و مصر میں جا ملے[1]۔

امام ابن فرحون رحمہ اللہ ''الدیباج'' میں فرماتے ہیں: سنہ ۴۰۰ھ تک افریقہ میں حنفی مسلک خوب پھیلا۔

اور ابن الاثیر رحمہ اللہ کی ''الکامل''، ابن خلکان رحمہ اللہ کی ''تاریخ''، ''مواسم الادب'' اور کتاب ''الخطط'' (۲/۳۳۳) میں ہے کہ اہل افریقہ پر احادیث و آثار کا غلبہ تھا' پھر مسلک حنفی کا غلبہ ہوا' جیسا کہ گذرا' پھر سنہ ۴۰۷ھ میں جب معز بن بادیس وہاں کے حاکم ہوئے تو انہوں نے افریقہ اور پڑوس کے مغربی ممالک کو مالکی مسلک پر آمادہ کیا' اور مسالک کے اختلاف کا صفایا کر دیا' بات مختصراً ختم ہوئی۔

ابن فرحون رحمہ اللہ ''الدیباج'' میں اور عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ ''الفوائد البھیۃ'' میں فرماتے ہیں: طبقات کے مصنفین ذکر کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مسلک شافعی مصر میں ظاہر ہوا' پھر اس کے بعد خراسان' توران' شام' یمن' ماوراء النہر' بلاد فارس' حجاز اور ہندوستان کے کچھ علاقوں میں پہنچا اور پھیلا' اور سنہ ۳۰۰ھ کے بعد کچھ کچھ افریقہ و اندلس میں بھی داخل ہوا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''رفع الاِصر'' میں، امام سخاوی رحمہ اللہ نے ''الاعلان بالتوبیخ'' میں اور امام ابن طولون رحمہ اللہ نے ''الثغر البسام'' میں ذکر فرمایا ہے: کہ قاضی ابن عثمان دمشقی سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے شام میں مسلک شافعی داخل کیا' دمشق کے قاضی مقرر ہوئے اور مسلک شافعی کے مطابق فیصلہ فرمایا' پھر بعد کے لوگ بھی انہی کے نقش قدم پر چلتے رہے' اور وہ ''مختصر المزنی'' یاد کرنے والے کو سو دینار بطور انعام دیا کرتے تھے' ان کی وفات ۳۰۲ھ میں ہوئی۔

امام سمعانی رحمہ اللہ کتاب ''الانساب'' (۱/۳۳۶) میں فرماتے ہیں: ''شافعی'' یہ نسبت محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کی طرف ہے' اس سے ابوعلی حسن بن عبدالرحمٰن ہاشمی رحمہ اللہ منسوب ہوئے'

---

(1) کلام میں کچھ انقطاع لگتا ہے' مجھے اس کی توجیہ سمجھ میں نہ آسکی! واللہ اعلم۔

جن کی وفات سنہ ۴۷۰ھ کے بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ انہیں شافعی اس لئے کہا گیا کہ فرماتے ہیں' کہ میں نے ابو العلاء احمد کو بیان کرتے ہوئے سنا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالفضل احمد المقدسی ① کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابوعلی سے اس مسلکی نسبت (شافعی) کے بارے میں پوچھا گیا؟ تو انہوں نے فرمایا: قوم میں ایک شخص تھا جس نے اپنے آپ کو شافعی لکھا! چنانچہ اس نے اس نسبت کو ہمارے لئے بھی لازمی قرار دیا۔ بات مختصراً ختم ہوئی۔

اور ''طبقات السبکی''، ''الاعلان بالتوبیخ'' اور ''شذرات الذہب'' (۵۱/۳) میں ہے کہ ماوراء النہر میں شافعی مسلک قفال شاشی کے ذریعہ پھیلا' ان کی وفات سنہ ۳۶۵ھ میں ہوئی۔

اور ''تاریخ ابن خلکان'' جلد دوم میں ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب کی سیرت کے تحت ہے کہ: جب پانچویں صدی ہجری میں مصر کی ایوبی حکومت فقہاء کے لئے مدارس کی تعمیر اور دیگر وسائل کی فراہمی کے ذریعہ مذاہب کو نوازنے اور بیدار کرنے لگی تو اس نے مسلک شافعی کا بھی بڑا خصوصی اہتمام کیا' خصوصیت کے ساتھ مسلک شافعی ہی کے قاضی مقرر کئے' کیونکہ وہی حکومت کا مسلک تھا' اور بنوایوب خود بھی سب کے سب شافعی تھے' سوائے عیسیٰ بن عادل کے۔ بات ختم ہوئی۔

مقریزی رحمہ اللہ ''الخطط'' (۳۴۴/۳) میں فرماتے ہیں: پھر جب اس کے بعد ترکیوں کی بحری حکومت آئی اور اس کے سلاطین بھی شافعی تھے' تو بھی شافعی مسلک کے مطابق ہی قضا وفیصلہ جاری رہا' یہاں تک کہ سلطان ظاہر بیبرس کی حکومت نے چاروں مسالک کے قاضیوں کی بدعت شروع کی' حنفی' شافعی' مالکی اور حنبلی' اور یہ سلسلہ سنہ ۶۶۵ھ سے جاری رہا' یہاں تک کہ تمام اسلامی ممالک میں ان چاروں مسالک اور عقیدۂ اشعری ② کے علاوہ کوئی مسلک باقی نہ رہا' اور ان تمام مذاہب کے ماننے والوں کے لئے تمام اسلامی ممالک میں مدارس' خانقاہیں' زاویے اور

① نیز دیکھئے: ''الانساب المتفقۃ'' (ص ۲۱) از ابن طاہر مقدسی۔ اور مصدر میں واقعہ کے سیاق میں ایک دوسرا معنیٰ بھی ہے۔

② اس سلسلہ میں اس کتاب کا (ص ۹۶) ملاحظہ فرمائیں۔

رباط بنائے گئے۔

ان مسالک کے علاوہ منہج کے حاملین کو پلٹایا گیا' انہیں زدوکوب کیا گیا' اور نہ کسی کو قضا کا منصب دیا گیا' نہ کسی کی گواہی قبول کی گئی' نہ کسی کو امامت وخطابت اور تدریس کا موقع دیا گیا جب تک کہ وہ ان چاروں مسالک میں سے کسی مسلک کا مقلد نہ ہو!! اور اس پوری مدت میں ان شہروں کے فقہاء واجبی طور پر ان مسالک کی اتباع کرنے اور اس کے علاوہ کے حرام ہونے کا فتویٰ دیتے رہے، اور اسی پر آج تک عمل ہو رہا ہے!''الخطط'' کی بات ختم ہوئی۔

☆ چار قاضیوں کی تعیین کے سبب سلطان ظاہر بیبرس عذاب قبر سے دوچار!!

امام سبکی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بتایا جاتا ہے کہ شاہ ظاہر کو کسی نے خواب میں دیکھا' تو ان سے پوچھا: اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: چار قاضیوں کی تعیین کے سبب اللہ نے مجھے نہایت سخت عذاب دیا' اور فرمایا: ''تم نے مسلمانوں کا کلمۂ توحید پارہ پارہ کر دیا''۔ ''طبقات السبکی'' (۵/۱۳۵)۔

امام سخاوی رحمہ اللہ نے ''تحفۃ الاحباب'' میں اور مقریزی رحمہ اللہ نے ''الخطط'' میں فرمایا ہے کہ: سب سے پہلے جس نے چاروں مسالک کے چار دروس مقرر فرمائے وہ سلطان الصالح نجم الدین ہے' اس نے سنہ ۶۴۱ھ میں مدرسہ الصالحیۃ قاہرہ میں یہ کام کیا تھا۔

امام مراکشی نے ''المعجب'' میں فرمایا ہے کہ: جب پانچویں صدی ہجری میں مغرب اقصیٰ میں بنو تاشفین کی حکومت قائم ہوئی' اور وہ اندلس پر قابض ہوئے' اور ان کا دوسرا بادشاہ علی بن یوسف تاشفین حاکم ہوا تو فقہاء کے لئے اس کا ایثار خوب بڑھ گیا' چنانچہ وہ اپنی پوری مملکت میں فقہاء کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا' اور اس نے قاضیوں پر لازم کر دیا تھا کہ انہیں حکومت میں جس کسی

چھوٹے بڑے مسئلہ کا فیصلہ کرنا ہو' فقہاء کی موجودگی ہی میں کریں' چنانچہ اس سے فقہاء کا مقام ومرتبہ بہت بڑھ گیا' اور صورت حال یہ ہوگئی تھی کہ بادشاہ کے یہاں مقام ومرتبہ وہی حاصل کرسکتا تھا جسے مذاہب کا علم ہو' چنانچہ اس کے زمانے میں فقہی مذاہب کی کتابیں خوب صرف ہوئیں' اور ان کے مطابق عمل کیا گیا' اور اس کے علاوہ تمام کتابوں کو پس پشت ڈال دیا گیا' اور اس کی اتنی کثرت ہوگئی کہ کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کو پڑھنا نسیاً منسیاً کر دیا گیا' کوئی ان کا پوری طرح اہتمام کرنے والا نہ تھا![1] بات مختصراً ختم ہوئی۔

---

[1] بچپن میں جس منہج پر نشو نما ہوئی ہے اس سے تعصب برتنے اور بڑے ہونے کے بعد جن گروہ بندیوں سے وابستہ ہیں ان کے لئے ہٹ دھرمی کے سبب' بیشتر ممالک کے بیشتر لوگوں کا آج یہی حال ہے۔

ابوالحسن اشعری کی توبہ اور ان کے قبول حق کا ذکر

مذہب اشعری کی حقیقت اور سنہ ۳۸۵ھ میں اس کا پھیلاؤ

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام اسلامی ممالک کے لوگ 'صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین' تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں ان مروجہ مذاہب کا سرے سے کوئی تصور ہی نہ تھا' حتیٰ کہ ان مذاہب کا وجود ہوا اور خواہشات نفس' درباری قاضیان اور قوت و جبر کے ذریعہ زمانے کے ساتھ ساتھ ان مذاہب کا غلبہ ہوتا گیا؛ اور پھر پورے طور پر ان مذاہب کا غلبہ' تسلط' جماؤ اور استحکام ہو گیا حتیٰ کہ حکومت نے لوگوں کو ان مذاہب اور اشعری کے عقیدہ کو اپنانے پر آمادہ کیا' اور اسے مکمل طور پر واجب قرار دیکر ان کے علاوہ کتاب وسنت کو حرام قرار دیا۔

اور جس نے ان پر نکیر کی اور تاویل وتحریف کے بغیر مستقل فہم کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کیا' اور تشبیہ وتعطیل کے بغیر' اللہ کے صفات کاملہ کو جیسے وہ وارد ہوئی ہیں اسی طرح انہیں ثابت کرتے ہوئے عقیدہ میں سابقین اولین سلف صالحین کی اتباع کی' نہ اسے قاضی بنایا گیا' نہ اس کی گواہی قبول کی گئی' اور نہ ہی اسے امامت وخطابت اور درس وتدریس کے لئے موقع دیا گیا' کیونکہ وہ فروع میں ان مذاہب میں سے کسی مذہب اور اصول وعقیدہ میں۔ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کی توبہ سے پہلے۔قدیم اشعریت کا مقلد نہ تھا!! چنانچہ حکومت وریاست کی نوازشات کی خواہش اور دنیا اور عزت وشہرت کی لالچ میں علماء اور عوام سب اس سلسلہ میں مجبور ہو گئے' یہاں تک کہ انہوں نے کتاب الٰہی اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو طاق نسیاں بنا دیا' اور تمام اسلامی

ممالک میں ان مذاہب کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا' اور حنفیہ' مالکیہ اور شافعیہ کا کوئی ایسا فرد نہ تھا جو اصول وعقیدہ میں ابوالحسن اشعری کے قدیم عقیدہ کا متبع نہ ہو- جیسا کہ امام سبکی رحمہ اللہ کی ''الطبقات'' اور ''معید النعم'' میں ہے- اور یہی سلسلہ بدستور جاری رہا' بایں طور کہ جو بھی مالکی وشافعی نظر آتا عقیدۂ اشعری' اور جو بھی حنفی نظر آتا وہ ماتریدی① اشعری ہوتا، سوائے حنابلہ کے کہ وہ سابق سلف صالحین کے منہج پر قائم تھے۔

اور حنابلہ کا امام ابوالحسن اشعری کے ساتھ مناظرہ ہوا' چنانچہ انہوں نے عقیدۂ اعتزال سے توبہ کر کے منہج حق قبول کر لیا' اور جامع بصرہ میں جمعہ کے روز ایک کرسی نکالی اور اس پر چڑھ کر باآواز بلند پکارا: جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے' اور جو نہیں جانتا ہے میں اسے اپنے بارے میں بتلاتا ہوں' کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں' میں خلق قرآن کا قائل تھا' اور میرا عقیدہ یہ تھا کہ نگاہوں سے اللہ عزوجل کا دیدار نہیں ہوسکتا' نیز یہ کہ شر وبدی کے کام میں ہی کرتا ہوں! لیکن اب میں ان باتوں سے مکمل توبہ کرتا ہو' اور معتزلہ کی تردید کا عقیدہ رکھتا ہوں' ان کے غلطیوں اور گمراہیوں کو بے نقاب کرتا ہوں۔

پھر منہج حق کی تائید میں پچپن کتابیں تصنیف کیں' جن میں سے ''الإبانۃ'' وغیرہ ہیں۔ امام مقریزی رحمہ اللہ کی کتاب ''الخطط'' (۳/۳۵۹) کی بات مختصراً ختم ہوئی۔

رہا اشعری کے قدیم مذہب کی حقیقت کا معاملہ' تو اس میں انہوں نے معتزلہ کے عقیدۂ 'نفی' اور مجسمہ کے عقیدۂ 'اثبات' ② کے مابین ایک درمیانی راستہ اپنایا تھا، اور اپنے اس قول پر مناظرہ

① ''ماتریدیہ'' کے ابطال کے سلسلہ میں ہمارے فاضل بھائی شیخ شمس الدین افغانی رحمہ اللہ کی تین جلدوں میں ایک عظیم کتاب ہے' اس کا مطالعہ کیا جائے۔

② اس سے وہ ''اثبات'' مراد ہے جس میں خالق ومخلوق کے درمیان تشبیہ پائی جاتی ہے' وہ 'اثبات' نہیں جو فرمان باری تعالیٰ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوریٰ:۱۱]۔ (اس کے مثل کوئی چیز نہیں' وہ خوب سننے خوب دیکھنے والا ہے) کے اصول پر قائم ہے۔

بھی کیا تھا اور اپنے مذہب کی تائید کے لئے دلائل پیش کئے تھے' چنانچہ ایک جماعت کا ان کی طرف میلان اور ان کی رائے پر اعتماد ہو گیا تھا' ان میں سے قاضی ابو بکر محمد بن الطیب الباقلانی المالکی رحمہ اللہ' ابو بکر محمد بن الحسن بن فورک' ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن مہران اسفرائینی' غزالی رحمہ اللہ [1] ابو الفتح محمد الشہرستانی اور فخر الدین الرازی وغیرہ ہیں، انہوں نے اُن کے مذہب کی تائید کی اور اس کے لئے بحث و مناظرہ کیا' چنانچہ سنہ ۳۰۸ھ سے عراق میں مذہب اشعری پھیل گیا' پھر وہاں سے ملک شام منتقل ہوا' پھر جب ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب دیار مصر کا حاکم ہوا' تو وہ اور اس کا قاضی صدر الدین عبد الملک بن عیسیٰ بن درباس المادرانی دونوں اشعری مذہب پر تھے' جب وہ دونوں سلطان شاہ نور الدین محمود زنگی کی خدمت میں تھے' اُسی وقت سے ان کی پرورش مذہب اشعری پر ہوئی تھی' اور اس کے لئے قطب الدین ابو المعالی مسعود بن محمد مسعود نیسابوری نے ''عقیدۃ مذهب الأشعري'' نامی کتاب تصنیف فرمائی' جسے وہ اپنے چھوٹے بچوں کو یاد کرانے لگا' اسی لئے انہوں نے مذہب اشعری کے دفاع میں دست و بازو مضبوط کر لئے اور اپنے دور حکومت میں تمام لوگوں کو اسے لازم پکڑنے پر مجبور کیا' اس زور و زبردستی اور اسلامی ممالک میں اشعری مذہب کے پھیلاؤ کے سبب تمام بادشاہوں کے ادوار میں حالات حد درجہ خراب رہے' بایں طور کہ مذہب اشعری کے علاوہ تمام مذاہب متروک اور نسیاً منسیاً ہو گئے' حتیٰ کہ آج [2] حنفیہ' شافعہ اور مالکیہ کا کوئی مذہب باقی نہ بچا جو اس کی مخالفت کرے' سوائے امام احمد رحمہ اللہ کے پیروکار حنابلہ کے مذہب کے' کہ وہ سلف صالحین کے منہج پر قائم ہیں' اور صفات الٰہی میں تاویل روا نہیں سمجھتے۔

یہاں تک کہ ساتویں صدی ہجری کے بعد دمشق اور اس کے اطراف میں شیخ تقی الدین احمد بن

---

① مولف رحمہ اللہ تعلیقاً فرماتے ہیں:
''امام غزالی رحمہ اللہ نے وفات کے وقت توبہ کر لی' اور حسن خاتمہ کی امید سے ''صحیح بخاری'' کو اپنے سینے پر رکھا، اللہ ان کی مغفرت فرمائے''۔ دیکھئے: (ص ۷۶)۔

② لیکن ''آج'' نہیں' ولله الحمد علی نعمائه۔

عبدالحلیم ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ کی شخصیت جلوہ افروز ہوئی' وہ سابق سلف صالحین کے عقیدہ کی حمایت و دفاع کے لئے بر سر پیکار ہو گئے' مذہب اشاعرہ کی خوب تردید فرمائی اور اس کی نکارت کا کھلا اعلان کیا''۔

''الخطط'' (۳/۳۵۸، قدیم ایڈیشن' مصر) سے امام مقریزی کی بات ختم ہوئی [1]۔

اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اشعری اور ماتریدی کا عقیدہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا عقیدہ نہ تھا' یہ بات ائمہ اربعہ کی وفات کے بعد ابوالحسن اشعری کی زبان سے صادر ہوئی ہے' اور جو اس کے برخلاف دعویٰ کرے اسے چاہئے کہ دلیل و برہان کی روشنی میں واضح کرے۔

---

[1] کتاب ''تجرید التوحید المفید'' پر میرا مقدمہ (ص ۱۳-۱۶) ملاحظہ فرمائیں۔

نجات یافتہ جماعت، اور مثالوں کی روشنی میں اختلاف کی خرابی کا بیان

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ عزوجل کے نازل کردہ فرمان کی روشنی میں پیشین گوئی فرمائی ہے[1] کہ:

"ستفترق أمتي على ثلاث و سبعين ملة كلهم في النار إلا ملة واحدة، قيل من هي يا رسول الله؟! قال: "ما أنا عليه اليوم و أصحابي"[2]۔

عنقریب میری امت تہتر ملتوں میں تقسیم ہو جائے گی، سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک ملت کے، آپ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون سی ملت ہے؟ آپ نے فرمایا: اس منہج پر چلنے والے جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اسے امام حاکم نے بسند حسن روایت کیا ہے، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ "حدیث حسن صحیح" ہے، ایسے ہی امام ابوداود، نسائی، احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے، اور علقمی سے نقل کرتے ہوئے عزیزی "السراج المنیر" میں فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ حدیث پاک اختلاف کے نقطے پر نہایت فیصلہ کن ہے، کیونکہ وہ تین باتوں پر قطعی اور دوٹوک

---

① جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [النجم:۳]۔ (اور وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے۔ وہ تو محض وحی ہے جو اتاری جاتی ہے)۔

② یہ حدیث حسن ہے، اس کی تخریج امام آجری کی کتاب "الاربعین حدیثا" (ص۶۰-۶۲) پر میری تعلیق کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

دلالت کرتی ہے:

اول: یہ کہ امت اسلامیہ نبی رحمت ﷺ کی وفات کے بعد اختلاف کرے گی اور مختلف افکار ونظریات اور گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی' اس کے باوجود کہ اس سلسلہ میں واضح براہین آ چکے ہیں کہ اللہ عزوجل کی کتاب کے نزول کے بعد دینی مسائل میں اختلاف کے باعث یہ تمام گروہ جہنم رسید ہوں گے۔

دوم: بس ایک طائفہ ایسا ہوگا جو کتاب وسنت کو حرز جاں بنانے اور بلا تاویل وتحریف اُن پر عمل کرنے کے سبب نجات یافتہ ہوگا۔

سوم: نبی کریم ﷺ نے ان تہتر فرقوں میں سے نجات یافتہ جماعت کی تعیین فرمادی ہے کہ وہ ایک صرف ایک جماعت ہوگی جو خاص صفات سے متصف ہوگی' جس کی وضاحت خود نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے' لہٰذا اس میں کسی قسم کی تاویل وشرح کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ یہ حدیث نبوت کی ایک زندہ نشانی ہے' کیونکہ بعینہ وہی واقع ہوا جو آپ نے بیان فرمایا تھا اور ایک عرصۂ دراز سے اس کی تصدیق ہوتی چلی آ رہی ہے۔

لہٰذا اے طالب حق اور دین میں جذبۂ خالص سے سرشار! ذرا عدل وانصاف کی نظر سے اس تحقیق کا مطالعہ کریں' اور حق فیصلہ فرمائیں' توفیق دہندہ اللہ کی ذات ہے۔

جان لیں کہ ملت اسلامیہ میں بہتر فرقے محض اس لئے جہنم رسید ہوں گے کہ انہوں نے واضح دلائل کے باوجود عقائد' اصول' اور احکام وفروع وغیرہ دینی وشرعی مسائل میں اختلاف کیا۔

اور لوگوں کا بعض شرعی مسائل کو خاص کرنا کہ اُن میں اختلاف جائز ہے' دیگر مسائل میں جائز نہیں' درست نہیں ہے؛ کیونکہ تمام شرعی مسائل شریعت کی نسبت سے یکساں درجہ رکھتے ہیں۔

لہٰذا تمام شرعی مسائل خواہ فروعی ہوں یا اصولی' واضح دلائل کی فراہمی اور ان کے علم کے باوجود

اُن میں اختلاف کرنا باعث دخول جہنم ہے۔

پہلی دلیل:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَاخْتَلَفُواْ مِن بَعْدِ مَا جَاءهُمُ الْبَيِّنَاتُ﴾ [1]۔

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا۔

یہ حکم تمام دینی مسائل میں اُن سے مشابہت کی ممانعت کو شامل ہے' خواہ اصولی ہوں یا فروعی' بڑے ہوں یا چھوٹے۔

اور آیت کریمہ کا معنیٰ یہ ہے کہ کتاب وسنت کے روشن دلائل آجانے کے بعد گمراہ کن تاویلات' فقہی موشگافیوں' بدعات وخرافات' مسالک بندی اور لوگوں کی تقلید اور علماء و پادریوں کے افکار ونظریات کو اپنا کر دینی مسائل میں اختلاف نہ کرو، چنانچہ اختلاف کی ممانعت دین سے ثابت شدہ تمام تر اصولی وفروعی مسائل کو عام ہے؛ کیونکہ جس طرح اتباع اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے اسی طرح اختلاف' فرقہ بندی اور بدعات کی ایجاد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے؛ اور اسی لئے ایک چھوٹی سی سنت کو لازم پکڑنا' جیسے حدیث رسول ﷺ کے مطابق پیشاب و پاخانے کے آداب کا زندہ کرنا رباط (اسلامی مملکت کی حد) کی تعمیر سے بھی افضل ہے' کیونکہ احیائے سنت سے ایسا نور پیدا ہوتا ہے جس سے انسان اللہ عزوجل سے قربت کا مقام پالیتا ہے اور اُسے چھوڑنے اور اس میں اختلاف کرنے سے ایسی تاریکی جنم لیتی ہے جس سے انسان قساوت قلبی کا شکار ہوجاتا ہے' جس کا نتیجہ دلوں پر زنگ و مہر لگ جانے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

---

[1] سورۃ آل عمران:۱۰۵۔

چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [1]۔

ہرگز نہیں! بلکہ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔

کیا آپ ان مقلدین کو نہیں دیکھتے کہ اگر آپ ان میں سے کسی سے پوچھیں کہ: ذرا بتاؤ کہ اگر کوئی نمازی چار رکعت والی نماز میں بھول کر تین ہی رکعت پر سلام پھیر دے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ تو وہ فوراً بول پڑے گا کہ ''ہمارے مسلک میں ایسا ایسا ہے''!

اور جب آپ اس سے کہیں گے کہ بھائی میں آپ کے مسلک کے بارے میں نہیں پوچھ رہا ہوں؛ نبی کریم ﷺ کا طریقہ پوچھ رہا ہوں!!

تو وہ عجیب وغریب حیرانی میں پڑ جائے گا' اور غصے سے لال پیلا ہو جائے گا...!

چنانچہ مقلدین اور اہل الرائے کا یہی تعصب علم نبوی کے باوجود انہیں اس انکار پر آمادہ کرتا ہے' حالانکہ یہ علم نبوی صحاح ستہ [2] وغیرہ پر مشتمل سنت مطہرہ کے خزانوں میں موجود ہے' جو نہایت تروتازہ شکل میں ہر جگہ معروف اور ہر انسان کے ہاتھ میں موجود ہیں' اور تمام فقہاء اور اہل رائے واجتہاد اُن سے واقف کار ہیں' گرچہ اس سے ان کی واقفیت مسلک کی تائید اور اپنے دھڑوں کی حمایت کے لئے ہی کیوں ہو' بہر حال اس علم ومعرفت کی فراہمی اور قرآن وحدیث کے روشن براہین کے آجانے کے باوجود اُن کی سنت مخالفت محض اختلاف اور فرقہ بندی ہے۔

اور اسی پر اللہ عزوجل کا یہ فرمان مرتب ہوتا ہے:

﴿وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [3]۔

---

① سورۃ المطففین: ۱۴۔

② ص (۸۷) میں گزری تعلیق ملاحظہ فرمائیں۔

③ سورۃ آل عمران: ۱۰۵۔

ایسے لوگوں کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

لیکن جس تک سنت نہ پہنچی ہو، نہ ہی اسے اس کا علم ہو اور اس کی نیت سنت کی اتباع اور بدعت سے کنارہ کشی ہو، تو مجھے امید ہے کہ وہ اس قبیل سے نہ ہوگا، لیکن اس پر ضروری ہے کہ ثقہ محدثین سے علم حاصل کرے، یا ان سے ان نصوص و دلائل کے بارے میں پوچھ کر کتاب وسنت سے ثابت احکام کے حصول کی کوشش کرے، تاکہ اعتراض کی زد میں نہ آئے، اور گمراہ کن خواہشات، فاسد افکار ونظریات اور منحرف اجتہادات سے محفوظ رہ سکے۔ توفیق دہندہ اللہ کی ذات ہے۔

دوسری دلیل: اللہ عزوجل نے مستقبل میں ہونے والی چیز کی بابت نبی کریم ﷺ کی زبانی بیان فرما دیا ہے؛ جیسا کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

”تفترق أمتي على بضع وسبعين فرقة؛ أعظمها فتنةً قوم[1] يقيسون الدين

---

[1] مصنف رحمہ اللہ اصل کتاب کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

اگر آپ ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ سے مروی اس طرح کی حدیث پیش کریں گے تو وہ کہیں گے: کہ اس حدیث کے پیش کرنے والے کا مقصد محض امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں گستاخی کرنا ہے۔

اور اللہ کی پناہ کہ کوئی مسلمان ائمہ دین میں سے کسی امام کی شان میں گستاخی کرے جو اپنے علم، زہد وتقویٰ نیز اپنی اور غیروں کی تقلید اور کتاب وسنت کی دلیل جانے بغیر اپنے بات کے لینے کی ممانعت سے معروف ہو، اور اس کے احوال واقوال کو دیکھے بغیر اس کے بارے میں بدگمانی رکھے، یہ کام تو وہی شخص کرسکتا ہے جس کی بصیرت حق کی بینائی جاتی رہے۔

ائمہ سلف کی طرف طعن کی نگاہ سے دیکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ برباد کرے۔

ہاں البتہ ان احادیث کے مصداق وہ مقلدین ہیں جو ائمہ کی باتوں کو بلا بصیرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان پر مقدم کرتے ہیں، نیز آیت وحدیث پہنچنے اور حق کے ظہور اور مسلک کے بطلان کے باوجود انہیں ٹھکرا دیتے ہیں۔

اور یہ کوتاہی اس امام کی تقلید کا دعویٰ کرنے والے مقلدین کی ہے، حالانکہ ان کی راہ اس بلند پایہ امام کی راہ سے یکسر جداگانہ ہے؛ کیونکہ امام نے تو کہہ دیا ہے کہ ”من القياس ما هو أقبح من البول في المسجد“ کہ بعض قیاس تو مسجد میں پیشاب کرنے سے بھی بدتر ہوتے ہیں! اور ساتھ ہی کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے مقابلہ میں تقلید وتعقل پرستی سے منع فرما دیا ہے۔

اس لئے میرے بھائی! امام اعظم رحمہ اللہ کی اس وصیت کے قبول کرنے میں اللہ سے ڈریں؛ شاید آپ کامیاب ہو جائیں اور قیامت کے روز آپ کی حالت سنور جائے! اور اگر آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا اسلام اور دین سے محض نام اور رسم کا تعلق ہے، تو معاملہ آپ کے حوالے ہیں اور گناہ کا بوجھ بھی آپ ہی پر ہوگا، ہمارا کام تو صرف حق پہنچانا ہے۔

برأيهم، يحرمون ما أحل الله، ويحللون به ما حرم الله".

میری امت ستر سے زائد فرقوں میں تقسیم ہوگی' ان میں سب سے زیادہ تباہ کن وہ لوگ ہوں گے جو دین کو اپنی عقل پر تولتے ہیں، اپنی عقل کی بنیاد پر اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں۔

اسے امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ''الاعلام'' میں [1] 'امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کتاب ''العلم'' میں، امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''المدخل'' میں، امام طبرانی رحمہ اللہ نے ''المعجم الکبیر'' میں، امام بزار رحمہ اللہ نے' اور امام ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع الزوائد'' میں روایت کیا ہے [1]، اور فرمایا ہے کہ

---

[1] ''رواہ'' (روایت کیا) کا لفظ اس کے لئے نہیں بولا جاتا ہے جو حدیث کو اپنی سند سے روایت نہ کرے' بلکہ یہ لفظ اسی کے لئے استعمال ہوتا ہے جو حدیث کو اپنی سند سے روایت کرے' اور امام ابن القیم اور امام ہیثمی رحمہما اللہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں۔

اس حدیث کو امام ابن عبد البر نے ''جامع بیان العلم'' (۲/۱۶۳) میں' امام بیہقی نے ''المدخل'' (۲۰۷) میں' امام طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' (۱۸/نمبر: ۹۰) میں اور امام بزار نے اپنی ''مسند'' (۲-۱۷۲ - کشف الاستار) میں روایت کیا ہے۔

نیز امام خطیب بغدادی نے ''الفقیہ والمتفقہ'' (۱/۱۷۹) اور ''تاریخ بغداد'' (۱۳/۳۰۷) میں' امام حاکم نے (۴/۴۳۰) میں' امام طبرانی نے ''مسند الشامیین'' (۱۰۷۲) میں اور امام ابن عدی نے ''الکامل'' (۷/۲۴۸۳) میں روایت کیا ہے۔

اور امام بیہقی رحمہ اللہ ''المدخل'' (ص ۱۸۸) میں فرماتے ہیں: ''اسے تنہا نعیم بن حماد نے روایت کیا ہے' اور ان سے ضعفاء کی ایک جماعت نے چُرا لیا ہے' یہ حدیث منکر ہے...''۔

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''مختصر زوائد البزار'' (۱/۱۴۰) میں فرماتے ہیں: ''نعیم بن حماد کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے' اور وہ اس حدیث سے متہم ہیں''۔

اور امام زرکشی رحمہ اللہ ''المعتبر'' (ص ۲۲۷) میں فرماتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح نہیں ہے' اس کا دارومدار نعیم بن حماد پر ہے' حافظ ابوبکر خطیب فرماتے ہیں: اس حدیث کے سبب نعیم بن حماد بہت سے محدثین کے یہاں ساقط ہو گئے' اور یحییٰ بن معین رحمہ اللہ انہیں جھوٹ نہیں بلکہ وہم قرار دیتے تھے''۔

اور امام نسائی فرماتے ہیں: وہ ثقہ نہیں ہیں۔

اور امام ابو زرعہ فرماتے ہیں: میں نے نعیم کی اس حدیث کے بارے میں یحییٰ بن معین سے کہا، اور اس کی صحت کے بارے میں ان سے پوچھا؟ تو انہوں نے اسے منکر قرار دیا، میں نے ان سے کہا: ایسا کیسے ہو گیا؟ تو انہوں نے فرمایا: انہیں التباس ہو گیا۔

اور محمد بن علی بن حمزہ مروزی فرماتے ہیں: کہ میں نے اس حدیث کی بابت یحییٰ بن معین سے پوچھا؟ تو انہوں نے فرمایا: ==

اس حدیث کی سند کے تمام راویان ثقہ ہیں۔

اور امام ابن القیم رحمہ اللہ نے حدیث کے راویان کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ یہ تمام راویان ثقہ ائمہ اور حفاظ ہیں سوائے حریز بن عثمان کے، کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے منحرف تھے؛ اس کے باوجود امام الائمہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں انہیں قابل حجت مانا ہے؛ اور ان کے سلسلہ میں یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اپنی طرف منسوب علی کرم اللہ وجھہ [1] سے انحراف سے اظہار براءت کرلیا تھا۔

رہے نعیم بن حماد تو وہ ایک بلند پایہ امام اور جہمیہ معطلہ کے خلاف شمشیر بے نیام تھے؛ نیز ان سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں روایت کیا ہے [2] اس قسم کے راویوں سے روایت کرنا اس لئے جائز ہوا کہ وہ صدق وضبط میں امام تھے۔

میں کہتا ہوں: حدیث کی صحت کے لئے راوی میں ان دونوں صفات کا پایا جانا کافی ہے [3]، اس سے امر مطلوب پر حجت لی جاسکتی ہے اور اس سے استدلال کرنا بھی درست ہے۔

نیز اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی جسے امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کتاب ''العلم'' میں اور امام بیہقی [4] رحمہ اللہ نے ثقہ راویوں کی سند سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

== اس کی کوئی اصل نہیں ہے؛ میں نے عرض کیا: کہ پھر نعیم بن حماد کا کیا مسئلہ ہے؟ فرمایا: نعیم ثقہ ہیں؛ میں نے پھر کہا کہ ایک ثقہ باطل کیسے روایت کرسکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ان پر معاملہ گڈمڈ ہوگیا۔

نیز دیکھئے: ''تاریخ بغداد'' (۱۳/۳۰۹) اور ''الکامل'' (۳/۱۲۶۳)۔

[1] اس صفت کو اس صحابی کے ساتھ خاص کرنا محل نظر ہے۔

اور حریز کی حالت کی معرفت کے لئے دیکھئے: ''تھذیب الکمال'' از حافظ مزی رحمہ اللہ (۵/۵۶۸)۔

[2] دوسرے راوی کے ساتھ روایت کیا ہے؛ جیسا کہ حافظ مزی رحمہ اللہ نے (۲۹/۴۶۷) میں فرمایا ہے۔

[3] بلکہ ناکافی ہے؛ صحیح بات وہی ہے جو پہلے ذکر کی گئی۔

[4] اسے امام ابن عبدالبر نے (۲/۱۳۵) میں، امام بیہقی نے ''المدخل'' (ص ۱۸۶) میں روایت کیا ہے۔ نیز امام دارمی نے (۱/۶۵) میں؛ امام طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' (۹/۱۰۹) میں اور امام خطیب نے ''الفقیہ والمتفقہ'' (۱/۱۸۲) میں روایت کیا ہے۔

اور امام عراقی ''تخریج احادیث المنہاج'' (ص ۱۳۶) میں فرماتے ہیں: اس کی سند میں مجالد بن سعید ہیں جو متکلم فیہ ہیں''۔

کہ انہوں نے فرمایا:

"... . ثم یحدث أقوام یقیسون الأمور برأیهم فیهدم الإسلام و یثلم"۔

کہ پھر کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسائل کو اپنی عقلوں پر پرکھیں گے، جس سے اسلام ڈھ جائے گا اور اس کی عزت تارتار ہو جائے گی۔

نیز اس کی تائید "صحیح بخاری"① کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں ہے:

".... فیبقیٰ ناس جهال (عن علم النبي ﷺ) یستفتون؛ فیفتون برأیهم، فیضلون ویضلون"۔

کچھ لوگ باقی بچیں گے جو (علم نبی ﷺ سے) ناآشنا ہوں گے، ان سے فتوے پوچھے جائیں گے، چنانچہ وہ اپنی عقلوں سے فتوے دیں گے؛ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

نیز اس کی تائید تابعی امام شعبی رحمہ اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے جسے شعرانی نے "المیزان" (۴۶/۱) میں نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"سیجیء أقوام یقیسون الأمور برأیهم، فینهدم الإسلام بذلک و ینثلم"۔

کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو دینی مسائل کا فیصلہ اپنی عقلوں سے کریں، جس سے اسلام ڈھ جائے گا اور اس کی عظمت پارہ پارہ ہو جائے گی۔

نیز اس کی تائید امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا:

"من أعظم فتنة تکون علی الأمة قوم یقیسون الأمور برأیهم، فیحرمون ما أحل الله، ویحلون ما حرم الله"۔

---

① حدیث نمبر (۱۰۰) اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے (حدیث ۲۶۷۳)۔
حدیث کے ابتدائی الفاظ یوں ہیں: "إن الله لا ینتزع العلم انتزاعاً..." (اللہ تعالیٰ علم کو یکایک نہیں چھین لے گا)۔

امت پر ایک عظیم ترین فتنہ وہ لوگ ہوں گے جو دینی مسائل کو اپنی عقل پر پرکھیں گے، اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کریں گے۔

''المیزان'' از شعرانی (۱/۴۸)۔

نیز اس کی مکمل تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے ابن السکن اور ابن القطان نے -جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس روایت کو مجموعۂ احادیث ''جمع الجوامع'' [1] میں ذکر کیا ہے- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سيكون في أمتي رجال يدعون الناس إلى أقوال أحبارهم ورهبانهم ويعملون بها...'' الحدیث۔

میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو لوگوں کو اپنے علماء و پادریوں کے اقوال کی طرف بلائیں گے، اور انہی کی باتوں پر عمل کریں گے...'' الحدیث۔

نیز اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے اپنی ''سنن'' [2] میں ابراہیم التیمی سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

''أرسل عمر بن الخطاب رضي الله عنه إلى ابن عباس رضي الله عنهما فقال: كيف تختلف هذه الأمة وكتابها واحد، ونبيها واحد، وقبلتها واحدة؟! فقال ابن عباس: يا أمير المؤمنين! إنا أنزل علينا القرآن، فقرأناه، وعلمنا فيما نزل أنه سيكون بعدنا أقوام يقرأون القرآن،

---

[1] ''مجموعۂ احادیث'' کی قید سے امام سیوطی رحمہ اللہ کے ''جمع الجوامع'' مجموعۂ نحو سے احتراز مقصود ہے، لیکن حدیث مجھے اس میں مل سکی نہ ہی ''کنز العمال'' نامی اس کی ترتیب میں! لہٰذا کم از کم دل میں اس کے ضعف کا اندیشہ لگتا ہے، واللہ اعلم۔

[2] اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں اور خطیب بغدادی نے ''الجامع'' میں روایت کیا ہے، جیسا کہ ''جمع الجوامع'' (۴۱۶۷-ترتیب) میں ہے۔

ولایعرفون فیما أنزل، فیکون لکل قوم فیہ رأي، فإذا کان لکل قوم رأي اختلفوا، فإذا اختلفوا اقتتلوا"۔

کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ یہ امت کیسے اختلاف کرسکتی ہے؟ جب کہ اس کی کتاب ایک ہے، اس کا نبی ایک ہے، اور اس کا قبلہ ایک ہے؟! تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! ہم پر قرآن کریم اترا، جسے ہم نے پڑھا، اور ہم نے اس میں جانا کہ ہمارے بعد کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کریم کو پڑھیں گے، لیکن یہ نہ جانیں گے کہ وہ کس لئے اترا ہے، چنانچہ اس میں ہر ہر گروہ کی ایک الگ رائے ہو جائے گی، اور جب ہر ایک کی الگ الگ رائے ہو گی تو باہم اختلاف کر بیٹھیں گے، اور جب اختلاف کر بیٹھیں گے تو آپس میں کٹ مریں گے۔

نیز اس کی تائید صحیح مسلم [1] کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

"....فإنما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم"۔

کیونکہ تم سے پہلے لوگ بکثرت سوالات اور اختلاف ہی کے سبب ہلاک و برباد ہوئے۔

چنانچہ اس باب میں احادیث و آثار بکثرت ہیں، جس سے باہم ایک دوسرے کو تائید و تقویت ملتی ہے، کہ ہو بہو جیسے دو جوتے یکساں اور برابر ہوتے ہیں، وہی پیش آیا جو آپ نے بتلایا تھا۔

یہ نبوت کی ایک زندہ نشانی اور آپ ﷺ کا عظیم معجزہ ہے۔

اور یہ تمام احادیث مقصود پر دلالت کناں ہیں، بالخصوص حدیث مذکور جسے امام ابن القیم رحمہ اللہ وغیرہ نے روایت کیا ہے [2]؛ کہ وہ نص صریح اور نقطۂ نزاع کے لئے شمشیر براں ہے؛ کیونکہ حدیث

---

[1] حدیث نمبر (۱۳۳۷)، اور امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے (حدیث ۷۲۸۸)۔

[2] ص (۱۰۵) کا حاشیہ (۱) ملاحظہ فرمائیں۔

کے الفاظ اور ''اعظمها فتنة'' (یعنی سب سے بڑا فتنہ) کی اضافی قید اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ جو لوگ دین متین میں عقلی قیاس آرائیاں کریں گے اور کتاب وسنت کے روشن دلائل کے باوجود محض قیاس کی بنیاد پر اللہ کے حرام کردہ امور کو حلال اور حلال کردہ امور کو حرام ٹھہرائیں گے دراصل وہی لوگ ان تہتر فرقوں میں سے ہوں گے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ حلال وحرام کے مسائل فروع کے قبیل سے ہیں۔

نیز حدیث مذکور میں اس بات کا بھی نہایت واضح اور دوٹوک بیان ہے کہ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرائے گا وہ تہتر فرقوں میں سے دین میں سب سے بڑا فتنہ وفساد کرنے والا فرقہ ہوگا۔

لہٰذا یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ حدیث مذکور میں عمومی بات کہی گئی ہے لہٰذا اس میں اصولی وفروعی دونوں طرح کے اختلافات شامل ہیں' لیکن یہ حکم حق کو روشن اور نمایاں کر کے اختلاف وافتراق کو کافور کردینے والے دلائل وبراہین کے ثابت ہو جانے کے بعد لگایا جائے گا۔

لہٰذا! اے طالب حق! خوب خوب اور بار بار غور کرلو؛ کیونکہ یہ دین ہے۔

چنانچہ جب شریعت کی نسبت سے اصولی وفروعی دونوں مسائل یکساں درجہ رکھتے ہیں تو کتاب اللہ کے بعد فروعی مسائل میں ہی سہی اختلاف کے جواز کی تفریق کیونکر ہوسکتی ہے؟

بھلا مجھے بتاؤ کہ اگر فروعی مسائل میں اختلاف وافتراق جائز قرار دیا جائے گا' ان پر عمل ترک کردیا جائے گا' اور انکے علاوہ مسائل سے تمسک جائز کردیا جائے گا' تو حلال وحرام' عبادات' معاملات اور عادات وغیرہ فروعی مسائل کے اتارنے کا مقصد ہی کیا رہ جائے گا؟ تب تو نہ ان مسائل کے اتارنے کی' اور نہ ہی حلال' حرام' اور جائز وناجائز وغیرہ احکام کے ذریعہ ان پر عمل آوری کی ترغیب ہی کی کوئی ضرورت تھی؟؟

اور ایسی صورت میں ان احکام کی مخالفت کرنے والوں کے لئے تنبیہ' وعید اور زجر وتوبیخ باقی ہی

نہ رہ جائے گا' چنانچہ ہر شخص اپنی رائے کے مطابق جو چاہے گا کرے گا اور جو چاہے گا کہے گا' اور کتاب وسنت کو اجتہادات وقیاسات پر پیش کرے گا' اگر اُن کے موافق ہوں گے تو قابل عمل ہوں گے اور اگر موافق نہ ہوں گے تو اجتہادٔ بدعات وخیالات اور آراء کو کتاب وسنت پر ترجیح حاصل ہوگی اور وہی قابل عمل قرار پائیں گے۔

ارشاد باری ہے:

﴿تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ﴾ [1]۔

قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ [2]۔

جنہوں نے ظلم کیا ہے' عنقریب جان لیں گے کہ وہ کسی کروٹ الٹتے ہیں۔

اور اگر آپ اور آپ کے ساتھیوں کو فروعی مسائل میں اختلاف کے جواز کے بطلان کے سلسلہ میں ہماری وضاحت کے بارے میں شک ہو تو آنے والی فہرست میں بیان کردہ مقلدین کی بے ثباتی کی مثالوں پر اپنی دوررس نگاہ اور پختہ فکر سے ذرا دوبارہ غور کرلیں۔ جب آپ ان مثالوں کو امام ابن القیم رحمہ اللہ کی روایت کردہ مذکورہ حدیث پر پیش کریں گے تو بعینہ اسی کا مصداق پائیں گے' الا یہ کہ آپ انصاف سے محروم اور تعصب وتنگ نظری کا شکار ہو جائیں [3]۔

---

[1] سورۃ مریم: ۹۰۔

[2] سورۃ الشعراء: ۲۲۷۔

[3] اللہ سبحانہ وتعالیٰ اخلاق کریمانہ اور اوصاف حمیدہ کی رہنمائی فرماتا ہے۔

مقلدین کی بے ثباتی کی چند مثالیں

① جب آپ کسی مقلد سے کہیں گے کہ: ''صحیح بخاری و مسلم میں مروی [1] صحیح روایت میں وارد ہے کہ مکہ میں قتل وقتال حرام ہے''۔

تو وہ فوراً بول پڑے گا: کہ ہمارے مسلک میں مکہ میں قتال جائز ہے!

② ایسے ہی جب آپ اس سے کہیں گے کہ: ''صحیح بخاری و مسلم میں [2] مروی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ مکہ میں درختوں کے خار کاٹنا حرام ہے''۔

تو وہ فوراً کہے گا: کہ ہمارے مسلک میں درخت کی شاخوں کے خار کاٹنا جائز ہے!

③ ایسے ہی جب آپ اس سے کہیں گے کہ: 'صحیح بخاری و مسلم میں [3] مروی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ پڑوسی کی دیوار پر لکڑی (کھونٹی) لگانا جائز ہے''۔

تو وہ فوراً کہے گا: کہ ہمارے مسلک میں پڑوسی کی دیوار پر لکڑی (کھونٹی) لگانا جائز نہیں ہے!

④ ایسے ہی جب آپ اس سے کہیں گے کہ: 'صحیح بخاری و مسلم میں [4] مروی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ عصر کے وقت سے پہلے پہلے ظہر کا وقت جاری رہتا ہے' اور شفق کے غائب ہونے سے پہلے پہلے مغرب کا وقت جاری رہتا ہے''۔

تو وہ فوراً کہے گا: کہ ہمارے مسلک میں ظہر کا وقت غروب آفتاب تک اور مغرب کا وقت طلوع

---

① اسے امام بخاری (۱۸۳۴) و مسلم (۱۳۵۳) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

② سابق حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔

③ اسے امام بخاری (۲۴۶۳) و مسلم (۱۶۰۹) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، نیز اس کے کئی شواہد ہیں' انہیں میری کتاب ''حقوق الجار...'' (ص ۴۴) میں ملاحظہ فرمائیں۔

④ یہ حدیث صحیح مسلم (۶۱۴) میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، صحیح بخاری میں مجھے نہ مل سکی! واللہ اعلم۔

فجر تک رہتا ہے!

⑤ ایسے ہی جب آپ اس سے کہیں گے کہ: "صحیح بخاری و مسلم میں[1] مروی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لئے احرام کی میقات ذوالحلیفہ مقرر فرمایا ہے اور ایسے ہی ان لوگوں کے لئے بھی جو دوسرے علاقوں کے لوگ وہاں سے گزریں"۔

تو وہ فوراً کہے گا کہ ہمارے مسلک میں اگر کوئی خاص ملک شام کا شخص بھی مدینہ سے گزرے تو اس کے لئے جحفہ کو چھوڑ کر ذوالحلیفہ سے احرام باندھنا جائز ہے!

⑥ ایسے ہی جب آپ اس سے کہیں گے کہ: "صحیح بخاری و مسلم[2] اور مستدرک حاکم میں مروی - الفاظ حاکم ہی کے ہیں - صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص رمضان میں بھول کر کھالے اُس کا روزہ صحیح ہے اس پر قضا ہے نہ کفارہ"۔

تو وہ فوراً کہے گا کہ ہمارے مسلک میں ایسے شخص کا روزہ باطل ہو جائے گا اور اس پر اُس کی قضا ضروری ہوگی!

⑦ ایسے ہی جب آپ اس سے کہیں گے کہ: "صحیح بخاری و مسلم - الفاظ اسی کے ہیں - میں[3] مروی صحیح حدیث میں وارد ہے:

"إذا جاء أحدكم يوم الجمعة والإمام يخطب فليركع ركعتين"۔

جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن آئے اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو اسے دو رکعت پڑھ لینا چاہئے۔

---

① اسے امام بخاری (۱۸۴۴) و مسلم (۱۳۵۳) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

② اسے امام بخاری (۴/۱۳۵) و مسلم (۱۱۵۵) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
نیز امام حاکم نے بھی (۱/۴۳۰) روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ: "یہ حدیث صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن شیخین نے اسے اس سیاق میں روایت نہیں کیا ہے"۔

③ اسے امام بخاری (۱۱۶۶) و مسلم (۸۷۵) نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تو وہ فوراً کہے گا کہ ہمارے مسلک میں جمعہ کے روز خطبہ کے دوران یہ دو رکعتیں جائز نہیں ہیں!

⑧ ایسے ہی جب آپ اس سے کہیں گے کہ: ”صحیح بخاری و مسلم میں [1] مروی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ: نماز میں (سہو کی یاد دہانی کے لئے) عورتوں کے لئے تصفیق (انگلیوں سے ہاتھ پر مارنا ہے) ہے“۔

تو وہ فوراً کہے گا کہ ہمارے مسلک میں عورتوں کے لئے تصفیق نہیں ہے!

⑨ ایسے ہی جب آپ اس سے کہیں گے کہ: ”صحیح بخاری و مسلم میں [2] مروی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ نمازی اگر اپنی نماز سے نکل جائے، یا توڑ دے، یا لوگوں سے بات کر لے، اس بنا پر کہ اسے نماز کے مکمل ہو جانے کا گمان ہو، تو اس سے اُس کی نماز باطل نہ ہوگی، بلکہ علم ہونے پر اگر وہ اپنی بقیہ نماز پر بنا کر لے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، اس پر پوری نماز دوہرانا واجب نہ ہوگا“۔

تو وہ فوراً کہے گا کہ ہمارے مسلک میں ایسے شخص کی نماز باطل ہو جائے گی اور اسے پوری نماز دہرانا واجب ہوگا!

⑩ ایسے ہی جب آپ اس سے کہیں گے کہ: ”صحیح بخاری و مسلم میں [3] مروی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ نماز میں آدمی کو اپنا مونڈھا اپنے بھائی کے مونڈھے سے، قدم کو اپنے بھائی کے قدم سے اور ٹخنے کو اپنے بھائی کے ٹخنے سے ملانا چاہئے“۔

تو وہ فوراً کہے گا کہ ہمارے مسلک میں ایسا کرنا جائز نہیں، بلکہ نمازی کو چاہئے کہ نماز میں اپنے پیر کو اپنے بھائی کے پیر سے چار انگلیوں کے بقدر دور رکھے!

یہ مکمل دس مثالیں ہوئیں۔

---

① اسے امام بخاری (۲/۹۲) و مسلم (۵۷۲) نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

② اسے امام بخاری (۲/۷۴) و مسلم (۵۷۲) نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

③ اسے امام بخاری (۷۲۵) نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام مسلم (۴۳۴) نے اس کے اصل کو مختصراً روایت کیا ہے۔

اور جب اس سے پوچھیں گے کہ بھائی میں آپ سے آپ کا مسلک نہیں پوچھ رہا ہوں بلکہ نبی کریم ﷺ کے مذہب' فرمان اور حکم کے بارے میں پوچھ رہا ہوں!!

تو وہ تلملا کر چیخنا شروع کر دے گا' اور اس قدر غضبناک ہوگا کہ آنکھیں سرخ ہو جائیں گی اور رگیں جھلک اٹھیں گی!

ایسے ہی لوگوں کی طرف اللہ عزوجل کے اس فرمان میں اشارہ ملتا ہے:

﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ [1]۔

جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے' اور جب اس کے سوا اور کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کھل کر خوش ہو جاتے ہیں۔

اس کے باوجود دعویٰ محبت رسول کا ہے!!!!

میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں! بھلا بتاؤ کہ کیا محبت ایسے ہی ہوتی ہے! کہ محبت کرنے والا اپنے پیارے محبوب کے ذکر سے ناراض ہو جائے' جیسے آپ اور آپ کے ساتھیوں سے نبی کریم ﷺ کے فرمودات اور اوامر کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو آپ لوگ ناراض ہو جاتے ہیں؟!

میرے بھائی! خوب اور بارہا غور کرلو؛ کیونکہ یہ دین ہے۔

صحیح وصریح اور ثابت سنتوں کے خلاف جن مسائل پر انہوں نے اپنے مسلک کی بنیاد رکھی ہے' میں نے ان میں سے یہ دس مسائل بطور نمونہ ذکر کیے ہیں' ورنہ اس طرح کی مثالیں بکثرت ہیں۔

لیکن اتنی مثالوں ہی سے مقلدین کے فروع میں اختلاف کے جواز کا بطلان بے نقاب ہو جاتا ہے' اور اسی نظریہ کی وجہ سے مذاہب کی کتابیں عبادات' معاملات اور حلال وحرام میں اختلاف سے بھری پڑی ہیں' آپ اُن میں سے کسی دو شخص کو بھی کسی لفظ و معنیٰ پر متفق نہیں پا سکتے۔

---

[1] سورۃ الزمر: ۴۵۔

جب بھی آپ اور آپ کے ساتھی ان کتابوں سے معلومات اکٹھا کریں گے' اور پھر اس کا باہم موازنہ کریں گے' آپ کو بے انتہا اختلاف وافتراق اور اتھل پتھل ملے گا' جیسے آپ ان کی کتابوں کو دیکھتے ہیں کہ جب کوئی اپنے مسلک کا خلاصہ پیش کرتا ہے تو کہتا ہے: برخلاف فلاں کے! برخلاف فلاں کے! برخلاف فلاں کے!!

میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں' بھلا بتاؤ کہ اللہ عزوجل کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے؟

﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى﴾ ①۔

جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول کی مخالفت کرے۔

کیا فروعی مسائل اللہ عزوجل کے نازل کردہ نہیں ہیں؟

کیا ان مسائل میں اختلاف رسول گرامی ﷺ کی مخالفت نہیں ہے؟

کیا صحیح بخاری ومسلم ② کی احادیث میں ہدایت نہیں ہے' جو کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتابیں ہیں؟

کیا صحیح بخاری ومسلم کی متفق علیہ روایات سے ثابت نہایت صحیح وصریح نصوص پر فقہی موشگافیوں کو ترجیح دینے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ آپ سے راضی ہو سکتے ہیں؟؟!

کیا کتاب اللہ کے نزول کے بعد اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے آپ کو فروعی مسائل میں اختلاف کے جواز کا حکم دیا ہے؟! یا اللہ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے اور مسائل میں اختلاف کے وقت رسول گرامی ﷺ کو تنگ دلی کے ساتھ حکم بنانے اور آپ کے فیصلہ کو شرح صدر کے ساتھ تسلیم کرتے ہوئے اس پر سر تسلیم خم نہ کرنے والے کو ڈانٹ پلائی ہے' جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا

---

① سورۃ النساء: ۱۱۵۔

② اسی طرح نبی کریم ﷺ سے ثابت دیگر صحیح احادیث۔

فِیْ اَنْفُسِہِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً﴾ [1]۔

تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافی مسائل میں آپ کو حکم اور فیصل نہ بنالیں، پھر آپ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں کوئی حرج نہ محسوس کریں، اور مکمل طور سے سر تسلیم خم کر دیں۔

آیت کریمہ نہایت واضح طور پر ہر طرح کے اصولی وفروعی اختلاف کو شامل ہے' جیسا کہ آیت کریمہ کا حصہ ﴿... فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَہُمْ﴾ (اپنے تمام اختلافات میں) دلالت کر رہا ہے۔

اور اس کا سبب نزول جیسا کہ صحیح بخاری میں [2] مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ ایک انصاری شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے آبیاری کے سلسلہ میں زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کیا تھا۔

اور ابن ابی حاتم کی روایت [3] میں ہے کہ یہ آیت ایسے دو لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنا مقدمہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا' اور جب نبی کریم ﷺ نے حقدار کے حق میں فیصلہ کر دیا تو اُس نے کہا کہ میں اسے نہیں مانتا' اس کے ساتھی نے پوچھا: کہ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں گے۔ دونوں اُن کے پاس گئے' پہنچ کر صاحب حق نے اُن سے ماجرا بتایا: کہ ہم رسول اللہ ﷺ خدمت میں گئے تھے' آپ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا' لیکن اس شخص نے ماننے سے انکار کر دیا' عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے بھی پوچھا' اس نے بھی وہی کہا! عمر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور اندر سے بے نیام تلوار سونتے ہوئے باہر آئے' اور اس حکم رسول کو ٹھکرانے والے کی گردن ماردی' اور فرمایا: جو نبی

---

[1] سورۃ النساء: ۶۵۔

[2] حدیث نمبر (۲۳۶۱) نیز یہ صحیح مسلم (حدیث ۲۳۵۷) میں بھی ہے۔

[3] تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۱۵۴، ب-مخطوطہ)، امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی "تفسیر" (۲/۳۰۸) میں فرماتے ہیں: "یہ اثر غریب' مرسل ہے...."۔

کریم ﷺ کے فیصلے سے راضی نہ ہو اس کا یہی فیصلہ ہے!! رضی اللہ عن الفاروق [1]۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ پانی کی سیرابی اور معاملات کا جھگڑا فروعی مسائل کے قبیل سے ہے۔

اور آیت کریمہ میں ان لوگوں سے ایمان کی نفی کی گئی ہے جو ظاہری طور پر تو تحکیم سے راضی ہوں لیکن کسی فرعی مسئلہ میں اندرونی طور پر راضی نہ ہوں' تو ان کا کیا حال ہوگا جو اصولی مسائل تو درکنار فروعی مسائل میں صحیح ثابت سنت مطہرہ کو سرے سے بحیثیت فیصل قبول نہ کریں' نہ اس سے راضی برضا ہوں' بس اپنے مشائخ اور بڑے بزرگوں کے طور طریقے پر جمے رہیں' اور سنت مطہرہ کا ذکر ہونے پر اُنہی کی راگ الاپیں اور غضبناک ہوں؟!!

﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ○ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ○ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ﴾ [2]۔

انہیں کیا ہوگیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں۔ گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے ہوئے ہوں۔

اوران کے لئے توبہ بھی نہیں ہے؛ جیسا کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے [3] عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

"أن رسول الله ﷺ قال لعائشة رضي الله عنها: ﴿إن الذين فرقوا

---

① اس لقب کے سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں: "منہاج السنۃ النبویۃ" (۲/ ۱۷۹-۱۸۲) از شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور میرا رسالہ "الکشف الصریح..." (ص ۷۸-۷۹)۔

② سورۃ المدثر: ۴۹۔

③ "المعجم الصغیر" (۵۶۰) میں۔

اور امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس کی سند میں بقیہ اور مجالد ہیں' اور یہ دونوں ضعیف ہیں"۔

نیز ابن ابی عاصم نے "السنۃ" (حدیث ۴) میں' ابو نعیم نے "الحلیۃ" (۴/ ۱۳۸) میں' بیہقی نے "شعب الایمان" (۶۸۴۷) میں' اور علامہ ابن الجوزی نے "الواھیات" (۱/ ۱۳۶) میں روایت کیا ہے، اور امام سیوطی نے اسے "الدر المنثور" (۲/ ۶۳) میں ذکر کیا ہے' اور مزید اسے حکیم ترمذی' ابن ابی حاتم' ابو الشیخ' ابن مردویہ اور سجزی کی طرف منسوب کیا ہے۔ ==

دينهم وكانوا شيعاً﴾ هم أصحاب البدع وأصحاب الأهواء؛ ليس لهم توبة؛ أنا منهم بريء وهم مني براء"۔

کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ﴿إن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاً﴾ (جن لوگوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کرلیا اور مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے) یہ اہل بدعات اور خواہشات نفس کے پجاری ہیں؛ ان کے لئے توبہ نہیں ہے؛ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ ''مجمع الزوائد'' (۱/ ۷۵)۔

اور اگر آپ اور آپ کے ساتھی یہ عذر پیش کریں کہ اس طرح کے اختلافات ہمارے پیدا کردہ نہیں ہیں' بلکہ اسے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے' صحابہ کرام نے رسول کریم ﷺ سے اور رسول کریم ﷺ نے اللہ عزوجل سے روایت کیا ہے!

تو یہ بڑی فحش غلطی اور نہایت جھوٹا دعویٰ ہوگا، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿... وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ اخْتِلاَفاً كَثِيراً﴾ [1]۔

اگر یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کی جانب سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

لہٰذا حق دراصل ایک ہی ہے' خواہ فروع میں ہو یا اصول میں، اور تمام لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کی جستجو کریں اور اس پر متفق ہوں۔

== اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ ''البدایۃ والنھایۃ'' (۹/ ۲۵) میں فرماتے ہیں: ''یہ حدیث ضعیف وغریب ہے...اور اس میں علت بھی ہے''۔

نیز اپنی ''تفسیر'' (۲/ ۱۹۲) میں فرماتے ہیں: ''اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے''۔

میں کہتا ہوں: لیکن نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"إن الله احتجز التوبة عن كل صاحب بدعة"۔

اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی کی توبہ پر روک لگادی ہے۔

جیسا کہ آپ اس کی تخریج استاذ گرامی شیخ البانی رحمہ اللہ کی کتاب ''السلسلۃ الصحیحۃ'' (حدیث ۱۶۲۰) میں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

[1] سورۃ النساء: ۸۲۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [1]۔

اور یہی میری صراط مستقیم ہے، سو اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو، کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس بات کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

☆☆☆

---

[1] سورۃ الانعام:۱۵۳۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلاف کی حقیقت

اُن کے مابین اختلاف کے اسباب' نیز سنت مطہرہ کی تدوین کے بعد اب مسلمانوں کے لئے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلاف میں حجت نہیں!

اور اگر آپ اور آپ کے ساتھی کہیں کہ اس قسم کے فروعی اختلافات تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین بھی پیش آئے ہیں' اور ان کا اختلاف مسلمانوں کے لئے حجت و دلیل ہے!؟

تو اس کا جواب میں یہ دوں گا کہ ان کے زمانے کا اختلاف ان کے ساتھ خاص تھا' کیونکہ اس میں وہ معذور تھے' لیکن اب کوئی عذر باقی نہ رہا' لہٰذا ان کے اختلاف میں سرے سے کوئی حجت نہیں!

اس کی دلیل یہ ہے کہ: اللہ عزوجل نے جب رسول گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا' اور قریش مکہ کے ساتھ جو کچھ بھی ہونا تھا ہوا' حتیٰ کہ مسلمان مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے' چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے پاس حسب فرصت اٹھتے بیٹھتے تھے' کیونکہ وہ تنگیٔ معاش' قلت غذا' جنگی اسفار وغیرہ کے سبب مصروف رہا کرتے تھے' اور بعض لوگ بازار میں کاروبار کرتے تھے' اور بعض لوگ کچھ وقت اپنے کھجوروں کی نگرانی کرتے اور کچھ وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' بعض رات کے وقت آپ کے پاس آتے تھے' اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنے کسب معاش وغیرہ سے جب بھی تھوڑی سی فرصت پاتے تھے' آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے' بعض لوگ سفر میں رہتے تھے' اور کچھ لوگ غزوات وغیرہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسئلہ یا کوئی حکم پوچھا جاتا تھا' یا آپ کوئی حکم دیتے تھے

یا کوئی کام کرتے تھے' تو آپ کے پاس حاضر صحابۂ کرام اسے باہتمام خاص محفوظ کر لیتے تھے' لیکن جو آپ کے پاس حاضر نہ ہوتے تھے انہیں ان باتوں کا علم نہ ہوتا تھا؛ جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے [1] کہ انہوں نے فرمایا:

"إن إخواننا من المهاجرين كان يشغلهم الصفق في الأسواق، وإن إخواننا من الأنصار كان يشغلهم العمل في أموالهم، وإن أبا هريرة (رضي الله عنه) كان يلزم رسول الله ﷺ بشبع بطنه [2] ويحضر ما لايحضرون، ويحفظ ما لا يحفظون"۔

ہمارے مہاجر برادران بازاروں میں تجارت میں مشغول رہتے تھے' اور انصار برادران اپنے مالوں کے کام کاج میں مصروف رہا کرتے تھے' اور ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بھوک بھر کھا کر رسول اللہ ﷺ کو لازم پکڑے رہتا تھا' جن مسائل میں وہ حاضر نہ رہتے تھے وہ حاضر رہتا تھا اور جن باتوں کو وہ یاد نہ رکھتے تھے وہ یاد رکھتا تھا۔

اسی لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے حصول میں مختلف تھے' آپ سے احادیث نقل کرنے میں بعض بعض سے کم تھے' چنانچہ کسی کے پاس علم نبی کی پانچ سو حدیثیں تھیں' تو کسی پاس صرف چالیس حدیثیں تھیں اور کسی کے پاس اس سے بھی کم صرف چوبیس حدیثیں ہی تھیں۔

چنانچہ درج ذیل خانوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی نبی کریم ﷺ سے روایت حدیث میں قلت وکثرت کا ایک خاکہ ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] حدیث نمبر (۱۸۸) نیز اسی کے ہم معنی صحیح مسلم (۲۴۹۲) میں بھی موجود ہے۔

[2] یعنی دیگر دنیوی تعلقات سے بے فکر صرف پیٹ بھر کھانے کی فکر کرتے تھے' اور حدیث رسول ﷺ سیکھنے میں لگے رہتے تھے! یہی اس کا صحیح معنیٰ ہے' نہ کہ وہ معنیٰ جسے اُن سے حسد وکینہ کی بنا پر بعض روافض نے لیا ہے اور بعض جاہل بے ضمیر لوگوں نے اُن کی موافقت کی ہے' کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ صرف کھانے پینے کے لئے نبی کریم ﷺ کے پیچھے لگے رہتے تھے!!
فلا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حصول علم میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قلت وکثرت

نمبر شمار	نام صحابی رضی اللہ عنہ	مرفوع روایات کی تعداد	کیفیات
۱	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	5374	ہجرت کے بعد اسلام لائے۔
۲	ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ	1170	
۳	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	1630	بہت پہلے مکہ مکرمہ میں اسلام لائے۔
۴	ابو قتادہ رضی اللہ عنہ	170	
۵	ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ	250	یہ شام میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی ہیں۔
۶	ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ	24	صحیح قول کے مطابق غزوۂ بدر میں شریک تھے۔
۷	حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ	100 سے زائد	غزوۂ احد میں شریک تھے۔
۸	سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ	12	

نمبر شمار	نام صحابی رضی اللہ عنہ	مرفوع روایات کی تعداد	کیفیات
۹	انس بن مالک رضی اللہ عنہ	1280	انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے بعد سے وفات تک آپ کی خدمت کی' یہ بصرہ میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی ہیں۔
۱۰	ابو السمح ایاد رضی اللہ عنہ (1)	2	
۱۱	اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا	56	بہت پہلے اسلام لائیں' یہ زوجۂ نبی عائشہ کی ہمشیرہ ہیں۔
۱۲	عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	2210	یہ اپنی بہن اسماء رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں' ہجرت کے بعد مدینہ میں رخصتی ہوئی۔
۱۳	خلیفۂ رسول عثمان رضی اللہ عنہ	146	یہ ذوالنورین ہیں' آغاز نبوت ہی میں اسلام لائے۔
۱۴	خلیفۂ رسول علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ (2)	586	آغاز نبوت ہی میں اسلام لائے۔

(1) دیکھئے: ''الآحاد والمثانی'' از امام ابن ابو عاصم رحمہ اللہ (۱/۳۴۶) و''الاسماء والکنی'' از امام دولابی رحمہ اللہ (۱/۳۷) و''الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ'' از امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷/۱۸۹)۔

(2) علی رضی اللہ عنہ کو اس صفت کے ساتھ خاص کرنا مناسب نہیں۔

نمبر شمار	نام صحابی رضی اللہ عنہ	مرفوع روایات کی تعداد	کیفیات
۱۵	لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ	24	
۱۶	عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	539	بہت پہلے مکہ ہی میں اسلام لائے' اور تمام غزوات میں شریک رہے۔
۱۷	صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ	20	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۲ غزوات میں شریک ہوئے۔
۱۸	ثوبان رضی اللہ عنہ	27	سفر و حضر میں ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ رہے' حتیٰ کہ وفات ہوگئی' پھر شام اور پھر حمص میں سکونت پذیر ہوئے۔
۱۹	طلق بن علی رضی اللہ عنہ	14	
۲۰	عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما	1660	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست صرف پچیس حدیثیں سنیں' اور بقیہ حدیثیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واسطے سے سنیں[1]۔

[1] یہ بات محل نظر ہے! اس کے لئے مزید تحقیق و جستجو درکار ہے۔ نیز میں نے اپنے طلبہ علم برادران میں سے ایک صاحب کو مسند احمد اور کتب ستہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی احادیث دیکھنے کی ذمہ داری سونپی تا کہ مولف رحمہ اللہ کی بات ==

اور نبی کریم ﷺ سے علم دین منتقل کرنے میں بقیہ تمام صحابۂ کرام کی بھی یہی کیفیت تھی، نیز یہی حال وفود کا بھی تھا' بعض لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک ماہ رہے' پھر واپس ہوئے' کچھ لوگ دس روز ٹھہرے پھر واپس ہوئے اور کچھ لوگ پانچ ہی روز رہ کر اپنے ملکوں کو کوچ کر گئے۔

چنانچہ ہر شخص نے وحی الٰہی سے علم دین کا وہی حصہ حاصل کیا جس کے نزول کے وقت وہ موجود تھا یا جو اس سے قبل نازل ہو چکی تھی' اور جو جس سے غائب ہوا' وہ اس سے اوجھل رہا، حصول علم دین کا یہی طریقہ جاری رہا' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ نامزد ہو گئے۔

چنانچہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا کسی مسلمان کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس میں کتاب وسنت کے اپنے علم کے ذریعہ فیصلہ فرماتے' ورنہ اپنے پاس موجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مسئلہ کا حل دریافت کرتے' اگر ان کے پاس اس بارے میں کوئی علم ہوتا تو اسے اپنا لیتے ① اور ایسا نہ ہوتا تو اس مسئلہ کے حل میں اجتہاد کرتے۔

اور اُن کے اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجتہاد کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ وہ کسی عام نص یا سابق اباحت اصلی کی طرف رجوع کرتے تھے' یا اس قسم کا کوئی اور طریقہ اپناتے تھے' جو کسی اصل کی طرف لوٹتا ہو۔

کسی کے لئے یہ سوچنا بھی جائز نہیں کہ کوئی صحابی ایسا اجتہاد کر سکتا ہے کہ اپنے اجتہاد سے کوئی

== کی حقیقت معلوم ہو سکے: تو معلوم ہوا کہ جن روایات میں انہوں نے سماع کی صراحت فرمائی ہے ان کی تعداد سو سے زائد ہے' تو ان تمام روایات کی تعداد کیا ہوگی جو مسانید' اجزاء' امالی اور مصنفات وغیرہ میں ہیں؟! واللہ اعلم۔

نوٹ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**مقدار ما سمعه من النبي ﷺ لايبلغ نحو العشرين حديثاً الذي يقول فيه "سمعت" و "رأيت"**" کہ انہوں نے جو حدیثیں نبی کریم ﷺ سے سنی ہیں جن میں "میں نے سنا یا دیکھا کہا ہے' وہ بیس تک بھی نہیں پہنچتیں" (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ۴/۹۳)۔ (مترجم)

① یہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے انصاف کی ایک دلیل ہے! کاش یہ ادب واحترام آج کل کے علماء ودعاۃ میں بھی عام ہوتا۔

من مانی شریعت بنادے' یا کوئی ایسا حکم ایجاد کردے جس کی کوئی اصل ہی نہ ہو!

وہ اس سے منزہ اور پاک تھے۔

اور جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو بکثرت ممالک فتح ہوئے' جس سے فتح شدہ ممالک میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مزید منتشر ہوگئے' چنانچہ جب مدینہ یا دیگر اسلامی ممالک میں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا' اور وہاں کے موجود صحابہ کے پاس اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہوتی تو اس سے فیصلہ فرماتے' ورنہ پیش آمدہ مسئلہ سے ملتی جلتی کسی عام نص کی طرف رجوع کر کے اجتہاد کرتے' حالانکہ وہ حکم دوسرے ملک میں کسی دوسرے صحابی کے پاس موجود ہوتا' جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ تیمّم کا علم عمار رضی اللہ عنہ وغیرہ کے پاس تھا' عمر بن الخطاب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہ کے پاس نہ تھا[1] حتیٰ کہ ان دونوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ: جنبی تیمّم نہیں کرسکتا' خواہ اسے دوماہ پانی نہ ملے!

اسی طرح موزوں پر مسح کرنے کا حکم علی اور حذیفہ رضی اللہ عنہما کے پاس تھا' مائی عائشہ' عبداللہ بن عمر' اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کو اس کا علم نہ تھا' حالانکہ یہ سب مدنی تھے![2]۔

اسی طرح بیٹی کے ساتھ بھتیجی کو وارث بنانے کا علم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسے نہ جانتے تھے[3]۔

نیز اس بات کا حکم کہ حائضہ کو طواف سے پہلے نکلنے کی اجازت ہے' عبداللہ بن عباس اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم کے پاس تھا' اس مسئلہ کو عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نہ جانتے تھے[4]۔

اجازت طلبی کا حکم ابوموسیٰ اشعری اور ابی رضی اللہ عنہما کے پاس تھا' عمر رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ کا

---

① جیسا کہ امام بخاری (۱/۳۸۵) اور امام مسلم (۳۶۸) نے روایت کیا ہے۔

② جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح مسلم (۲۷۶) میں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری (۱/۳۰۶) میں مروی ہے۔

③ اسے امام بخاری نے (۶۷۳۶) میں روایت کیا ہے۔

④ اسے ان دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما سے امام شافعی رحمہ اللہ نے ''الام'' (۲/۱۸۷) میں روایت کیا ہے۔

علم نہ تھا[1]۔

متعہ (وقتی نکاح) اور گھریلو گدھوں کی حرمت کا حکم علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کے پاس تھا' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس مسئلہ کا علم نہ تھا[2]۔

ایسے ہی صرف کا حکم عمر بن الخطاب اور ابوسعید رضی اللہ عنہما کے پاس تھا' طلحہ' عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو اس مسئلہ کا علم نہیں تھا[3]۔

ذمیوں کو بلاد عرب سے جلاوطن کرنے کا حکم عبداللہ بن عباس اور عمر رضی اللہ عنہم کے پاس تھا' عمر رضی اللہ عنہ یہ حکم کئی سال تک بھولے رہے' اور ذمیوں کو یونہی چھوڑ دیا' پھر جب انہیں یاد دلایا گیا تو انہیں یاد آیا' اور انہوں نے دوبارہ انہیں جلاوطن کیا[4]۔

حالت رکوع میں تطبیق (دونوں ہاتھوں کو پیروں کے درمیان ڈالنا) کی منسوخی کا حکم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تھا' لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ کا علم نہ تھا[5]۔

اور اس طرح کی مثالیں بکثرت ہیں۔

مدنی کو جو علم تھا مکی کو نہ تھا' مکی کو جو علم تھا مصری کو نہ تھا' مصری کو جو علم تھا بصری کو نہ تھا' بصری کو جو علم تھا شامی کو نہ تھا اور شامی کو جو علم تھا کوفی کو نہ تھا۔

یہ تمام باتیں آثار میں موجود ہیں' کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ بعض صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے غائب رہتے تھے' جبکہ دوسرے موجود رہتے تھے' پھر جو کل غائب تھا آج حاضر تھا' اور جو کل حاضر تھا آج غائب تھا' چنانچہ ہر شخص کو اسی مجلس کا علم ہوتا جس میں وہ حاضر ہوتا' اور جس سے

---

① اسے امام بخاری (۶۳۳۵) اور امام مسلم (۲۱۵۳) نے روایت کیا ہے۔

② اسے امام بخاری (۶۹۶۱) اور امام مسلم (۳۱،۱۴۰۷) نے روایت کیا ہے۔

③ اسے امام بخاری (۲۱۷۴) اور امام مسلم (۱۵۸۶۷،۱۵۹۴،۱۰۰) نے روایت کیا ہے۔

④ ''احکام اھل الذمۃ'' از امام ابن القیم رحمہ اللہ (۱/۱۸۶) سے موازنہ فرمائیں۔

⑤ اسے امام مسلم نے (۵۳۴) میں روایت کیا ہے۔

غائب ہوتا اسے اس کا علم نہ ہوتا' وہ اس میں اجتہاد کرتا' اجتہاد کبھی صحیح ہوتا اور کبھی غلط' جس سے وہ کل رجوع کر لیتا؛ جیسا کہ جب جابر بن زید سے کہا گیا کہ: لوگ آپ سے جو بھی سنتے ہیں' لکھ لیا کرتے ہیں! تو انہوں نے فرمایا: إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، یہ لوگ سب کچھ لکھ لیتے ہیں' حالانکہ میں کل اس سے رجوع کر لوں گا۔ اسے امام ابن القیم نے ''الإعلام'' میں ذکر فرمایا ہے[1]۔

چنانچہ اس بیان سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین واقع اختلاف کے اسباب کی صورت حال واضح ہوگئی۔

یہی وہ اسباب تھے جن کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف رونما ہوا' اور جن مسائل میں ان کے پاس منصوص علم نہ تھا' ان میں انہوں نے اجتہاد کیا' حالانکہ وہ علم دوسرے ممالک کے بعض صحابہ کے پاس موجود تھا' لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم اسی کیفیت پر چلتے رہے۔

پھر ان کے بعد اُن کے شاگردان تابعین کا زمانہ آیا' تابعین کے ہر طبقے نے اپنے اپنے علاقے کے صحابۂ کرام سے علم حاصل کیا' یہ تابعین بھی اپنے اجتہاد میں کسی عمومی نص یا سابق اباحت اصلیہ یا اس قسم کے کسی اور طریقہ کی طرف رجوع کرتے تھے جو کسی اصل کی طرف پلٹتا ہو' کیونکہ وہ نص نہ پانے کے سبب اجتہاد پر مجبور تھے' حالانکہ دوسرے ملک میں دیگر تابعین کے پاس نص موجود رہی ہوگی۔

پھر تابعین کے بعد تبع تابعین رحمہم اللہ کا زمانہ آیا' وہ بھی اسی طریقہ پر گامزن رہے' یعنی ہر شخص اپنے ملک وشہر کے تابعین سے کتاب وسنت کا علم حاصل کرتا رہا' اور جن مسائل میں نص نہ ملی اجتہاد کرتے رہے' حالانکہ کسی دوسرے ملک میں کسی کے پاس نص موجود تھی۔

پھر تبع تابعین کے زمانہ میں ان اسباب کے علاوہ کچھ دوسرے اعذار بھی لاحق ہوئے' جیسے کسی نے ضعیف راوی کی حدیث لے لی' اس کے راویوں کے ضعف کا اسے علم نہ ہوسکا' لیکن کسی

---

[1] ''اعلام الموقعین'' (۲/۲۷۱)۔

دوسرے کو اس کا علم ہوا' تو اس نے اُس ضعیف کی روایت کو چھوڑ کر اس سے صحیح تر راوی کی روایت لی' اور وہ ایک ایک حدیث کے حصول کے لئے کئی کئی دنوں کا سفر کیا کرتے تھے۔

پھر اسفار کی کثرت ہوگئی[1] لوگوں کا باہم ملنا جلنا بڑھ گیا اور محدثین کرام صحیح احادیث نبویہ کو جمع کرنے' اور تحقیق وتنقید کے بعد انہیں سندوں کا پابند کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے' چنانچہ علم حدیث وتفسیر کی تدوین ہوئی' کتابیں لکھی گئیں اور بکثرت ابواب کے ذریعہ ہر ہر مسئلہ میں عمدہ سے عمدہ احادیث کا انتخاب کر کے خوب سے خوب تر تالیفات کی گئیں' اور ان تمام چیزوں میں مرفوع متصل صحیح سند کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔

ایسی تصنیفات کہ آنکھوں نے سنت مطہرہ کے خزانوں میں اس سے اچھی تدوین وترتیب نہ دیکھا' جیسے صحیح البخاری وصحیح مسلم رحمہما اللہ؛ جو کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتابیں ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے[2]:

صحيح البخاري لو أنصفوه
لما خط إلا بماء الذهب

هو الفرق بين الهدى والعمى
هو السد دون العنا والعطب

أسانيد مثل نجوم السماء
إمام متون كمثل الشهب

---

① امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی ''الرحلۃ فی طلب الحدیث'' نامی ایک عظیم کتاب ہے' جو مطبوع ہے۔

② ان اشعار کے قائل فضل بن اسماعیل جرجانی ہیں' جو سنہ (۴۵۸ھ) میں باحیات تھے' آپ کی سوانح ''معجم الادباء'' از یاقوت حموی (۱۹۲/۱۶) میں ہے۔

اور یہ اشعار ''سیر اعلام النبلاء'' (۴۷۱/۱۲) اور ''البدایۃ والنھایۃ'' (۲۷/۱۱-۲۸) میں ہیں' اور اس زیادہ طویل ہیں۔

نیز دیکھئے: ''الحطۃ'' از علامہ صدیق حسن خان (ص ۳۱۶) میری تحقیق شدہ۔

به قــام ميــزان دين النــبي

ودان له العــجم بعد العرب

حجاب من النار لا شـك فيه

يمـيز بين الرضا والغـضب

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ صحیح البخاری سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے' یہ کتاب ہدایت وضلالت کے مابین تمیز کرنے والی اور ہلاکت ومشقت کا سد باب ہے' اس کی سندیں آسمان کے ستاروں کی طرح روشن اور متون آگ کے گولوں کے مانند ضیابار اور چمکیلے ہیں' اسی پر دین نبی کا پیمانہ قائم ہے اور عرب وعجم سب اس کے تابع فرمان ہیں' بلاشبہ یہ کتاب نار جہنم سے ڈھال اور غضب ورضامندی کی کسوٹی ہے۔

اسی طرح اور کتابیں جیسے ''صحاح ستہ'' اور ثقہ محدثین کی دیگر کتابیں۔

اور یہ کتابیں معروف اور پاکیزہ ہیں' اور تدوین سے لیکر ہر زمانہ اور ہر ہر انسان کے ہاتھوں میں موجود ہیں' نیز مسلمانوں کے تمام فقہاء' علماء' طلبہ' صلحاء اور عبادت گزار اور ایسے ہی غیر مسلم حضرات تک اُن سے واقف کار ہیں' لہٰذا ایک سچے مسلمان کے لئے صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے اختلاف میں کسی قسم کی حجت ودلالت باقی نہیں رہ جاتی۔

اور رسول ﷺ کی حدیثیں دور دراز ملکوں کے لوگوں تک پہنچ چکی ہیں' اور جن تک ان میں سے ایک حدیث بھی پہنچ گئی ان پر حجت قائم ہوگئی' اور صحیح وضعیف کی پہچان ہوگئی ہے' اور حدیث رسول کے خلاف' اور اس پر ترک عمل کی طرف لے جانے والے اجتہاد کی قلعی کھل چکی ہے' صحیح ثابت حدیث کے پہنچ جانے کے بعد اُس کی مخالفت کرنے والے کا عذر زائل ہو چکا ہے' اور اس پر حجت قائم ہو چکی ہے' لہٰذا اب تقلید وعناد کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔

سنت مطہرہ کے یہ خزانے' صحیح بخاری ومسلم اور دیگر صحیح کتابیں قیامت تک رونما ہونے والے

تمام مسائل وحوادث کے لئے کافی وشافی ہیں' اس چیز کو کتاب وسنت کی تلاوت کرنے والا' فہم صحیح کے ساتھ ان کا دراسہ کرنے والا' انہیں قلب سلیم کے ساتھ جاننے والا اور ظاہری وباطنی طور پر ان پر عمل کرنے والا' بشرطیکہ اُن کے پڑھنے پڑھانے میں اسے اچھی مہارت ہو' ہر شخص بخوبی جانتا ہے' برخلاف ان کے جن کے دلوں پر تقلید وتعصب اور قساوت کے باعث زنگ ومہر لگ چکی ہے' وہی لوگ علم نبوی ﷺ کو نہیں سمجھتے' تاکہ تقلید سے دور ہو کر اللہ عزوجل کے اس حکم کی طرف مائل ہو جائیں جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿اتَّبِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلاَ تَتَّبِعُواْ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء﴾ [1]۔

اپنے رب کی طرف سے اپنے پاس اتاری گئی شریعت کی پیروی کرو' اور اس کے علاوہ اولیاء کی پیروی نہ کرو۔

اور اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [2]۔

وہ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

یعنی سنت مطہرہ کی، جیسا کہ مفسرین ومحدثین رحمہم اللہ کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس کی صراحت فرمائی ہے [3]۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ﴾ [4]۔

کیا ان کے لئے اتنا کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے۔

---

① سورۃ الاعراف:۳۔

② سورۃ البقرۃ:۱۲۹۔

③ دیکھئے: ''الفقیہ والمتفقہ'' (۱/ ۸۷)' ''الرسالۃ'' (ص ۸۷)' ''مفتاح الجنۃ'' (ص ۱۴)' ''تفسیر الطبری'' (۱/ ۵۵۷)۔

④ سورۃ العنکبوت:۵۱۔

اور رسول گرامی ﷺ نے فرمایا:

”ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما: کتاب الله وسنتي“ [1]۔

میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑا ہے، جب تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے، ہرگز گمراہ نہ ہو گے: کتاب اللہ اور میری سنت۔

یہ اس بات کے صریح دلائل ہیں کہ رشد و ہدایت اقوال و آراء میں نہیں، بلکہ کتاب و سنت میں ہے، اور نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد اپنی امت کے لئے ان دونوں چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہیں چھوڑا ہے جسے وہ لازم پکڑے۔

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ اسلام کی بنیادیں صرف یہی دو چیزوں 'کتاب و سنت' ہیں، کوئی تیسری چوتھی چیز نہیں۔

﴿وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [2]۔

جس نے اللہ کو اپنا لیا اُسے صراط مستقیم کی راہ مل گئی۔

☆☆☆

---

① یہ حدیث حسن ہے، اس کی تخریج میرے رسالہ ”الاربعون حدیثاً فی الدعوۃ والدعاۃ“ (حدیث ۷) میں ملاحظہ فرمائیں۔

② سورۃ آل عمران: ۱۰۱۔

دین مکمل ہے

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ①۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی' اور تمہارے دین اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔

یہ آیت کریمہ اس مسئلہ میں دوٹوک ہے کہ دین محمدی مکمل ہے' اس میں کوئی کمی نہیں ہے' اور مکمل چیز محتاج تکمیل نہیں ہوتی' لہٰذا جس کا یہ گمان ہو کہ امت کو لوگوں کی آراء اور مذاہب کی تقلید کی ضرورت ہے اس کا یہ خیال ہے کہ دین محمدی ناقص ہے' اس میں اضافہ کئے بغیر اس کی تکمیل نہیں ہو سکتی!! اور یہ دین کے تمام وکمال کے سلسلہ میں دوٹوک آیت کریمہ کا انکار ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً﴾ ②۔

اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا کافی شافی بیان ہے' اور ہدایت اور رحمت۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ ③۔

---

① سورۃ المائدۃ:۳۔

② سورۃ النحل:۸۹۔

③ سورۃ النحل:۴۴۔

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر اتارا ہے تاکہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں۔

ان دونوں آیتوں میں بھی دلیل ہے کہ کتاب وسنت میں عبادت' معاملہ' عادت' اور حلال وحرام وغیرہ جن چیزوں کی بھی لوگوں کو ضرورت ہے' ہر چیز کا کافی وشافی بیان ہے' لہٰذا اہل الرائے اور اہل اجتہاد کے جمع کردہ بھاری بھرکم فتوؤں اور فروعی دفاتر [1] کی کوئی ضرورت نہیں جن میں ذکر کردہ اکثر وبیشتر حلال وحرام اور جائز وناجائز کی کوئی دلیل نہیں ہے' اور ایسی ایسی فقہی موشگافیاں اور تخریجات ہیں جو زمین وآسمان میں کہیں نہیں سماسکتیں۔

جب سے یہ بدعتیں وجود میں آئی ہیں بہت سے مسلمان آزمائش میں پڑ گئے ہیں' اور بیشتر سنتیں ضائع ہوگئی ہیں' میں نہیں جانتا کہ جب ان اجتہادات' آراء' خواہشات نفسانی اور قیل وقال کے بعد قرآن وسنت کی کوئی ضرورت ہی نہیں' تو قرآن وسنت کے تاقیامت باقی رہنے کا آخر فائدہ کیا ہے!؟

تمہیں اللہ کی قسم! کیا قرآن وسنت کا مقصد یہی ہے کہ مرد وخواتین انہیں چومیں' اور اپنی آنکھ اور پیشانی پر لگائیں' اور ان میں بیان کردہ باتوں کو نہ سمجھیں نہ ہی اس پر عمل کریں!!؟

یا پھر ان کا مقصد یہ ہے کہ بندگان الٰہی ہر چستی وسستی' آسانی وپریشانی' حلال وحرام اور ممنوع ومباح میں انہیں لازم پکڑیں' اور معمولی سے معمولی تر مسائل میں ان سے تجاوز نہ کریں' نہ ہی ان کے خلاف کوئی چیز قبول کریں' خواہ امت کے کسی عام آدمی کی طرف سے آئے یا بڑے سے بڑے امام کی طرف سے!

لہٰذا اے غافل! ذرا نبی کریم ﷺ کی اس حدیث پر غور کرو جس میں آپ عمر رضی اللہ عنہ پر محض اس لئے سخت ناراض ہوگئے تھے کہ وہ تورات میں کچھ دیکھ رہے تھے [2] جو نبی مرسل موسیٰ علی

---

① ''طوامیر'' کا واحد طامور ہے' جس کے معنی صحیفہ کے ہیں۔ ''القاموس المحیط'' (ص ۵۵۴)۔

② یہ حدیث حسن ہے' جس کی مختلف سندیں اور کئی الفاظ ہیں' جنہیں ہمارے شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''ارواء الغلیل'' (۱۵۸۹) میں اس کے ثبوت اور تحسین کے بیان سے علیحدہ جمع کیا ہے۔

نبینا وعلیہ السلام پر اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے! تو بھلا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو لوگوں کی کتابیں اور ان کے اقوال وآراء کو پڑھیں اور کتاب وسنت کو ان اجتہادات وآراء پر پیش کریں اگر کتاب وسنت آراء رجال کے موافق ہوں تو قابل عمل ہوں اور اگر موافق نہ ہوں تو اجتہاد ورائے پر عمل کیا جائے!

إنا للہ وإنا إلیہ راجعون سچ فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے:

﴿وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ﴾ ①۔

اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آئی انہوں نے اس سے روگردانی ہی کی۔

میرے بھائی! اگر آپ اور آپ کے ساتھی ان خواہشات نفسانی اور آراء پرستوں کی کارستانیوں پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام میں جو بھی آفت آئی ہے جس غربت واجنبیت کا بھی اسے سامنا ہوا ہے یا ہو رہا ہے محض کتاب الٰہی کی آیات بینات اور احادیث صحیحہ پر کسی نہ کسی طرح کی تحریف، تاویل اور تراش خراش کے ذریعہ ان کے اقوال کو مقدم کرنے کے سبب ہو رہا ہے! صرف اور صرف کتاب وسنت کی طرف نہ پلٹنے اور احبار ورہبان کا سہارا لینے نیز دین متین کی تکمیل کے بعد اختلاف کرنے کے سبب پیدا ہو رہا ہے، حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی وفات سے پہلے ہی دین کی تکمیل فرما دی ہے پھر آخر تکمیل دین کے بعد یہ عقلانیت چہ معنیٰ دارد؟

اور اگر ان کی سوچ کے مطابق رائے دین کا حصہ ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی رائے کے بغیر دین مکمل نہیں ہو سکتا، اور اس سے قرآن کریم کی تردید لازم آتی ہے، اور اگر رائے دین کا حصہ نہیں ہے تو جو چیز دین کا حصہ نہیں ہے اس میں مشغول رہنے کا فائدہ ہی کیا ہے؟!

یہ ایک ایسی زبردست حجت اور عظیم دلیل ہے جس کا جواب صاحب رائے ② واجتہاد کبھی نہیں

① سورۃ الشعراء: ۵۔

② یعنی نصوص کے مقابلہ میں اور اسی طرح تقلیدی حیلہ سازیاں وغیرہ، نہ کہ صحیح اجتہاد پر مبنی منضبط رائے۔

دے سکتا۔

امام طبری رحمہ اللہ نے ''تہذیب الآثار'' میں اپنی سند سے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''قبض رسول الله ﷺ وقد تم هذا الأمر، واستكمل، فإنما ينبغي أن تتبع آثار رسول الله ﷺ ولا تتبع الآراء''۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات اس وقت ہوئی جب اسلام مکمل ہو چکا اور دین کا معاملہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا' لہٰذا اب رسول اللہ ﷺ کے آثار ہی کی پیروی ہونی چاہیے آراء وعقول کی پیروی نہیں ہونی چاہیے۔

ہائے اللہ! اس آیت کریمہ کو یہ لوگ کما حقہ کیوں نہیں سمجھتے کہ انہیں اور تمام مسلمانوں کو اللہ کے عطا کردہ فضل اور حکم الٰہی سے راحت ملے' کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ﴾ [1]۔

اور آپ ان کے درمیان اللہ کی نازل کردہ شریعت سے فیصلہ فرمائیں' اور ان کی خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کریں۔

① سورۃ المائدۃ:۴۹۔

اتباع اور تقلید کے درمیان فرق

صراط مستقیم سے روکنے کے لئے مقلدین جو غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں' ان میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ روایت کی قبولیت راویٔ حدیث کی تقلید ہے' اس کی رائے قبول کرنے کے مثل ہے!

لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے' بلکہ ایک فاش غلطی ہے؛ کیونکہ راوی نے صاحب شریعت ﷺ سے روایت کردہ دلیل کے ذریعہ حدیث کی خبر دی ہے' اپنی عقل ورائے کے مطابق کسی بات کی خبر نہیں دی ہے [1]۔

اور اللہ عزوجل' اس کے رسول ﷺ اور اہل علم نے اتباع اور تقلید کے درمیان فرق کیا ہے' اور حقائق بھی ان دونوں میں تفریق کرتے ہیں' کیونکہ رسول ﷺ کی اتباع آپ کی تقلید نہیں ہے' بلکہ آپ کا قول بذات خود شرعی دلیل اور حکم شرعی کے ثبوت میں لوگوں پر حجت ہے' اور آپ ﷺ کا حکم دراصل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم ہے' آپ محض اللہ کے پیغامبر اور اللہ عزوجل کی ہدایات کے مطابق اس کے قاصد اور ایلچی ہیں۔

اور اسی لئے امام الائمہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: اتباع یہ ہے کہ انسان نبی کریم ﷺ کی بتلائی ہوئی چیزوں کی پیروی کرے۔

اسی طرح امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ''کتاب العلم'' [2] میں واضح اور قطعی دلائل سے اتباع اور تقلید کے مابین فرق کیا ہے' اور یہ واضح فرمایا ہے کہ روایت کا قبول کرنا تقلید نہیں ہے' کیونکہ روایت

---

[1] مولف رحمہ اللہ کے اشارہ کردہ مقلدین کے مغالطہ کی تردید میں امام محمد بن اسماعیل الامیر کا ایک جلیل القدر رسالہ ہے' جس کا نام ''إرشاد النقاد إلی تیسیر الاجتھاد'' ہے' یہ رسالہ فاضل بھائی صلاح الدین مقبول احمد وفقہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ مطبوع ہے۔

[2] ''جامع بیان العلم'' (۲/۱۳۳-۱۳۶)۔

کی قبولیت دراصل حجت کی قبولیت ہے' جبکہ تقلید عقل ورائے کی قبولیت کا نام ہے۔

امام ابن خویز منداد [1] مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شریعت میں تقلید کہتے ہیں: کسی ایسی بات کو لینا جس کے قائل کے پاس اس کی کوئی دلیل نہ ہو' اور اتباع اسے کہتے ہیں جس کی دلیل و حجت ثابت ہو۔

اور اللہ کے دین میں اتباع جائز اور تقلید ممنوع ہے۔

ان دونوں میں فرق نہایت واضح ہے' اسی طرح روایت اور رائے کا فرق بھی اظہر من الشمس ہے۔

اور جو ان دونوں میں فرق نہ کرے اسے چاہئے کہ اپنے آپ کو علمی معارف میں مشغول ہی نہ کرے' کیونکہ اس کی فہم جانور جیسی ہے' اور وہ مخاطب کئے جانے کا اہل نہیں ہے!

☆☆☆☆☆

---

[1] ان کا نام محمد بن احمد بن عبداللہ ہے؛ سنہ (۳۹۰ھ) میں وفات پائے، آپ کی سوانح ''الوافی بالوفیات'' (۵۲/۲)، و''الدیباج المذھب'' (ص ۲۶۸) میں موجود ہے۔

فرقوں کے مابین فرقۂ ناجیہ کی تعیین

اور نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ مخصوص علامتوں کے ذریعہ اس کی تخصیص

جب آپ نے اتباع وتقلید کے مابین فرق اور دین متین کی تکمیل کا معنیٰ ومفہوم جان لیا، نیز یہ کہ فقہی موشگافیاں اور باطل قیاس آرائیاں کتاب وسنت پر اضافہ ہیں' اسی طرح آپ کو اختلاف صحابہ کی حقیقت' اور دین مبین کے مسائل میں عدم اختلاف اور ساتھ ہی اس بات کی بھی معرفت ہوگئی کہ اسلام کے بنیادی اصول صرف دو ہیں' کوئی تیسری یا چوتھی چیز نہیں' اور وہ ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ، تو آپ پر نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث جاننا بھی ضروری ہے جس میں آپ نے فرمایا:

"ستفترق أمتي على ثلاث و سبعين ملة، كلهم في النار إلا ملة واحدة، قيل: من هي يا رسول الله؟! قال: "ما أنا عليه اليوم و أصحابي"۔

عنقریب میری امت تہتر ملتوں میں تقسیم ہو جائے گی' سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک ملت کے' آپ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون سی ملت ہے؟ آپ نے فرمایا: اس منہج پر چلنے والے جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اسے امام حاکم، ترمذی، ابوداود اور بیہقی نے روایت کیا ہے' اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے' جیسا کہ اس کی تصحیح گزر چکی ہے [1]۔

یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ایک زندہ نشانی ہے' جو دو باتوں پر مشتمل ہے:

اول: امت کا تہتر فرقوں میں تقسیم ہونا۔

---

[1] دیکھئے: ص (۱۰۰)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ چیز نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق من وعن پیش آئی۔

دوم: ایک ملت کا باقی رہنا۔

اوراس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ نجات یافتہ ہوگی اور عہد نبوی سے لیکر قیامت تک باقی رہے گی، اور یہ دوسری پیشین گوئی بھی رائیگاں نہیں ہوسکتی' بلکہ پہلی پیشین گوئی کی طرح اس کا بھی روز روشن کی طرح وقوع پذیر ہونا ضروری ہے۔

اور جب یہ بات درست ہے کہ دوسرا حصہ بھی پیش آ کر رہے گا' کیونکہ نبی کریم ﷺ کی زبانی اس کا صدور ہوا ہے' جو خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتے' تو ہم پر ضروری ہے کہ اس کی تلاش کریں!

اور اگر آپ منصفانہ طور پر اپنی نگاہ بصیرت سے حدیث مذکور میں غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے' اس میں فرقۂ ناجیہ کی تعیین موجود ہے' جس کی تعیین نبی صادق ومصدوق ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پر ان سے کی تھی' چنانچہ آپ نے نہایت واضح اور دوٹوک' جس میں کوئی پیچیدگی نہیں کہ تاویل وتحریف کی ضرورت ہو' فرمایا تھا کہ فرقۂ ناجیہ وہ ہیں جو اس منہج پر گامزن ہیں جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں؛ تو اس میں ''آج'' کی قید سے معلوم ہوا کہ دین متین کے وہی احکام وشرائع معتبر ہیں جو نبی کریم ﷺ کی زندگی میں تھے' کیونکہ اس کے بعد دیگر تو دیگر ہیں' چند مسائل میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوگیا[1] لہٰذا فرقۂ ناجیہ کی تعیین نبی مرسل ﷺ کی زبانی اتنا واضح اور دوٹوک انداز میں ہوگئی کہ اس میں کسی قسم کے شک وشبہ' اور وہم واحتمال کی گنجائش باقی نہ رہی، نیز یہ کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں شرعی

---

[1] مصنف رحمہ اللہ اصل کتاب کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

''جلدی نہ کریں' کیونکہ اختلاف صحابہ کے اسباب زیر نظر کتاب کے (ص ۱۲۱) میں مذکور ہیں' اور کسی کے لئے صحیح وثابت حدیثیں پہنچ جانے کے بعد فروعی مسائل میں اختلاف کے جواز پر اُن صحابہ کے اختلاف سے استدلال کرنا جائز نہیں''۔

احکام صرف کتاب وسنت پر منحصر تھے' جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں آسمان سے نازل شدہ اس فرمان میں محصور فرما دیا تھا:

"ترکت فیکم أمرین :لن تضلوا ما تمسکتم بهما: کتاب الله وسنتي"[1]۔

میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑا ہے' جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے' ہرگز گمراہ نہ ہو گے: کتاب اللہ' اور میری سنت۔

اس کے علاوہ کوئی تیسری اور چوتھی چیز نہیں۔

لہٰذا اب اگر کسی نے کسی عقیدہ' قول یا عمل میں' معتمد ومعتبر کتب احادیث میں علماء حدیث کے یہاں صحیح حدیث کی روشنی میں ثابت نبی کریم ﷺ کی کسی ایک چھوٹی سی سنت کے بالمقابل اسے جاننے کے بعد کوئی فقہی اجتہاد' یا عقلی قیاس' یا فلسفیانہ رائے' یا تاویل وتحریف' یا شرکیہ عقیدہ' یا بدعی خواہش نفس پیش کیا' تو وہ نبی مرسل ﷺ کے تعیین کردہ فرقۂ ناجیہ میں سے نہیں ہے' خواہ کوئی بلند ترین مرتبہ ہی کا کیوں نہ ہو' حتیٰ کہ منصب نبوت بھی کیوں نہ ہو' جس کی دلیل یہ ہے:

"... ولو کان موسیٰ علیه السلام حیاً ما وسعه إلا اتباعي"[2]!

کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

---

① مصنف رحمہ اللہ اصل کتاب کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"اجماع کی حجیت میں کئی اقوال ہیں، صحیح بات یہ ہے کہ امکان کے باوجود اجماع موجود نہیں ہے' اور اسی لئے امام الائمہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کیا ہے' فرماتے ہیں: "**من ادعی الإجماع فقد کذب علی الأمة کلها**" (جس نے اجماع کا دعویٰ کیا اس نے پوری امت پر جھوٹ کہا) "المحلی" از امام ابن حزم رحمہ اللہ (۳/۳۳۶)۔

تو امت کے کسی فرد کے کیے ہوئے قیاس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟؟ اس کی تو کوئی قیمت ہی نہیں ہے۔ جب کہ حالت یہ ہے کہ انھوں نے اس سے مکمل طور پر رجوع کرلیا ہے' جیسا کہ اس کا ذکر گزرا"۔

میں کہتا ہوں: حدیث کی طرف ص (۱۳۳) میں اشارہ گزر چکا ہے۔

② اس حدیث کی تخریج کی طرف ص (۱۳۵) میں اشارہ ہو چکا ہے۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے ایمان کی نفی کی ہے جس کی خواہشات آپ کی لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوں، جیسا کہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ حدیث صحیح میں وارد ہے:

"لا یؤمن أحدكم حتىٰ يكون هواه تبعاً لما جئت به"۔

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائیں۔

اسے امام بغوی رحمہ اللہ نے "شرح السنۃ" میں، امام ابن بطہ رحمہ اللہ نے "الإبانۃ" میں، اور اسی طرح امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے بسند حسن روایت کیا ہے [1]۔

اور امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی "اربعین" [2] میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اسے "کتاب الحجۃ" [3] میں ہم سے بسند صحیح روایت کیا گیا ہے [4]۔

اور نبی کریم ﷺ کی وہ وعید بھی نہایت سخت ہے، جس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے اور دل دہل جاتے ہیں، جس میں آپ نے قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ جو آپ کی اتباع نہ کرے گا گمراہ ہو جائے گا، ارشاد نبوی ہے:

"والذي نفس محمد بيده لو بدالكم موسىٰ حياً فاتبعتموه وتركتموني لضللتم عن سواء السبيل"۔

---

① اسے امام بغوی نے (۲۱۲/۱) میں، امام ابن بطہ نے (۳۸۷/۱) میں، امام خطیب بغدادی نے (۳۶۹/۴) میں، امام ابن ابي عاصم نے "السنۃ" (۱۵) میں، امام بیہقی نے "المدخل" (ص ۱۸۵) میں اور حسن بن سفیان نے "الاربعین" (نمبر ۹) میں روایت کیا ہے۔

② حدیث نمبر (۴۱)۔

③ "الحجۃ في بیان المحجۃ" از امام اصبہانی، حدیث (۱۰۳)۔

④ نہیں! بلکہ وہ ایک ہی سند سے مروی ہے، جو ضعیف ہے، امام ابن رجب نے "جامع العلوم والحکم" (۳۹۳/۲) میں اس حدیث میں تین علتیں بیان فرمائی ہیں۔

نوٹ: یہ حدیث مجھے "صحیح ابن حبان" میں نہیں مل سکی۔

اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہو کر تمہارے پاس آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو تو راہ راست سے بھٹک جاؤ گے۔

اسے امام احمد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے بسند حسن اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بسند صحیح، اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''الکنیٰ'' میں اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے ''المعجم الکبیر'' میں اور امام دارمی رحمہ اللہ وغیرہ نے روایت کیا ہے [1]۔

ان دونوں حدیثوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کی پیروی کرنے والوں سے ایمان کی نفی کی گئی ہے اور ان کے سلسلہ میں ضلالت وگمرہی کا فیصلہ کیا گیا ہے، خواہ وہ نبوت کے اعلیٰ مقام پر ہی کیوں نہ ہوں، تو بھلا بتاؤ کہ اس شخص کی تقلید کرنے والے کا کیا حال ہوگا جو نبی ورسول ہو ہی نہ، بلکہ ایک عام امتی ہو!!؟

یہ شرک فی الرسالۃ کے قبیل سے ہے، جیسا کہ مشائخ نجد کے استاذ اور نجد کے رئیس عبدالرحمٰن بن شیخ الاسلام ''شرح کتاب التوحید'' (ص ۳۰۶ و۳۰۸ و۳۰۹) میں فرماتے ہیں:

یہ تو اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے اس عمل کے مشابہ ہے، جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿اتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [2] قرأها رسو ل الله فقال عدي بن ثابت: إنا لسنا نعبدهم! قال ﷺ: "أليس يحرمون ما أحل الله فتحرمونه؟ ويحلون ما حرم الله فتحلونه؟! فقلت: بلى، قال ﷺ: "فتلك عبادتهم".

ترجمہ: ان لوگوں نے اپنے علماء اور پادریوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔

---

[1] اس حدیث کی صحت اور تخریج کی طرف ص (۱۳۵) میں اشارہ ہو چکا ہے۔

[2] سورۃ التوبۃ: ۳۱۔

نبی کریم ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی، تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے! آپ نے فرمایا: کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دیتے تھے تو تم اسے حرام سمجھتے تھے' اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہراتے تھے تو تم اسے حلال سمجھتے تھے؟ میں نے کہا: ہاں ایسا تو تھا! آپ نے فرمایا: یہی تو اُن کی عبادت ہے۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے بسند حسن روایت کیا ہے [1]۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی معصیت میں' یعنی کتاب وسنت کے خلاف' علماء و پادریوں کی اطاعت کرنا اللہ کے سوا اُن کی عبادت اور شرک اکبر کے قبیل سے ہے' جسے اللہ عزوجل معاف نہیں فرمائے گا۔

اور یہ وہ چیز ہے جس میں بہت سے مقلدین ملوث ہیں' کیونکہ وہ امام کے خلاف کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی دلیل کا اعتبار نہیں کرتے ہیں' اور یہ شرک کے قبیل سے ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اسلام کی اجنبیت اور حالات کی اس حد تک اجنبیت کا شاخسانہ ہے' کہ پادریوں کی عبادت کو افضل ترین عمل قرار دیکر اُسے ولایت کا نام دیا جا رہا ہے! اور احبار کی عبادت کو علم وفقہ کے نام سے یاد کیا جا رہا ہے!'' بات مختصراً ختم ہوئی۔

اور علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر کے قدیم نسخہ (۴۳۷/۳) میں آیت کریمہ ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ﴾ (ان لوگوں نے اپنے علماء اور پادریوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا) کے تحت فرماتے ہیں:

---

[1] یہ حدیث اپنے شواہد کی بنیاد پر حسن ہے' میں نے اپنی تازہ ترین تالیف ''عمدۃ التفسیر عن الامام ابن کثیر'' کے آغاز میں بڑے توسع سے اس کی تخریج کی ہے، یہ کتاب ان شاءاللہ بہت جلد شائع ہو کر منظر عام پر آنے والی ہے۔
نیز ''مفتاح الجنۃ لا الٰہ الا اللہ'' ص (۵۲) پر میری تعلیق ملاحظہ فرمائیں۔

''ہمارے شیخ نے فرمایا کہ: میں نے فقہائے مقلدین کی ایک جماعت کے سامنے بعض مسائل سے متعلق قرآن کریم کی بہت سی آیتیں پڑھیں، لیکن چونکہ ان کا مسلک ان آیات کے خلاف تھا اس لئے انہوں نے وہ آیتیں قبول نہ کیں' نہ ان کی طرف نظر التفات ہی کیا' بلکہ میری طرف حیرت سے دیکھتے رہے! یعنی ان آیات پر عمل کیسے ممکن ہے' جبکہ ہمارے امام کی روایت اور اقوال ان کے برخلاف وارد ہیں! اور اگر آپ کما حقہ غور کریں گے تو اکثریت کی رگوں میں یہی روگ سرایت پائیں گے'' بات ختم ہوئی۔

اور ابن عربی [1] فتوحات مکیہ مطبوعہ مصر باب تین سو اٹھارہ (۳/۹۱و۳/۹۳) میں فرماتے ہیں:

''....اور احادیث نبویہ کو ٹھکراتے ہوئے اگر وہ شافعی ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو امام شافعی رحمہ اللہ اس کے ضرور قائل ہوتے' اور اگر حنفی ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کے ضرور قائل ہوتے' اور اسی طرح ان تمام ائمۂ کرام کے متبعین یہی کہتے ہیں' اور ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ حدیث اور اس کا لینا ایک اضافی اور ثانوی چیز ہے' درحقیقت واجب یہ ہے کہ ان جیسے اماموں کے فیصلوں میں ان کی تقلید کی جائے' اور اگر ان کے اقوال احادیث نبویہ سے متعارض ہوں تو ان کے یہاں اولیٰ یہ ہے کہ اُن اماموں کی اقوال کی طرف رجوع کیا جائے اور کتاب وسنت اور احادیث نبویہ کو ترک کر دیا جائے!

اور اگر آپ ان سے کہیں کہ ہمارے سامنے امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی وہ قول ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے:

''إذا أتاكم الحديث يعارض قولي فاضربوا بقولي الحائط، وخذوا بالحديث، فإن مذهبي الحديث''۔

اگر تمہارے پاس میرے قول کے خلاف کوئی حدیث آئے تو میرے قول کو دیوار پر دے

[1] دیکھئے: ص (۶۴، ۸۰)۔

مارؤاور حدیث لے لؤ کیونکہ حدیث لیناہی میرا مسلک ہے۔

اور ہم نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے احناف ہی کے واسطے سے روایت کیا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ سے شوافع ہی کے واسطے سے روایت کیا ہے اور یہی حال مالکیہ اور حنابلہ کا بھی ہے [1] چنانچہ جب آپ انہیں گفتگو کے گھیرے میں لیں گے تو وہ بھاگ کھڑے ہوں گے [2] اور چپ سادھ لیں گے۔

ان کے ساتھ ہماری اس طرح کی گفتگو مشرق ومغرب میں بار ہا ہو چکی ہے اُن میں سے کوئی بھی دعویٰ کے مطابق اپنے مسلک پر قائم نہیں ہے! بلکہ خواہشات نفس کے ذریعہ شریعت منسوخ ہو چکی

---

① یعنی مزید، اور مصنف رحمہ اللہ اصل کتاب کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:
''حنابلہ کی طرف ترک کتاب وسنت کی نسبت صحیح نہیں ہے' کیونکہ ان میں اکثر لوگ کتاب وسنت پر عمل کرتے ہیں' اسے کے قائل ہیں اور نص ملنے کے بعد مذاہب کے اقوال ترک کردیتے ہیں' اور اللہ کی جناب میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو اتباع حق کی توفیق عطا فرمائے، آمین''۔

② مصنف رحمہ اللہ اصل کتاب کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:
''لیکن ہمارے اس دور میں خاموش نہیں ہوتے بلکہ چیختے چلاتے ہیں' اور ایک دوسرے کو تہمت تراشی' جھوٹ اور سرکاری شکایات وغیرہ چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے ہیں' تاکہ دھوکہ میں ڈال دیں۔ *
ہاں بعض لوگ خاموش بھی ہوتے ہیں' لیکن موافقت ورضا کے طور پر نہیں بلکہ تقیہ کرتے ہوئے، اور خاموش ہونے کے باوجود اللہ نے ان سے جس چیز کے بیان کا وعدہ لیا ہے' اسے بیان کرنا ترک نہیں کرتے' اور کبھی کبھار اپنی کتابوں میں اس کی صراحت کرتے ہیں' کبھی ظاہر کرتے ہیں اور کبھی اشارہ' اور ان میں بہت سے تو حرمت تقلید جیسی صریح چیز کو موت تک چھپائے رہتے ہیں: جیسا کہ ادفوی نے اپنے جلیل القدر استاذ ابن دقیق العید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے ان سے کاغذ مانگا' اور اپنے مرض الموت میں اس پر کچھ کر اپنے بستر تلے رکھ دیا' وفات کے بعد جب لوگوں نے نکال کر دیکھا تو اس میں تقلید کی حرمت لکھی ہوئی تھی! اور کچھ لوگ اپنے نزدیک معتبر لوگوں سے اس کی وضاحت بھی کردیتے ہیں۔
اور یہ سلسلہ ان میں نسلاً بعد نسل توارثاً جاری رہے گا' کہ وہ دین متین میں تقلید اور مذہب پرستی کی حرمت کی وضاحت کرتے رہیں گے''۔

(*) کل اور آج میں کیا خوب مشابہت ہے! کل داعیان سنت کے دشمنان ان کے ساتھ یہ سلوک کرتے تھے' اور آج داعیان اہل الحدیث کے کٹر دشمنان اُن کے ساتھ یہی سلوک کر رہے ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی القدیر۔

ہے، کیونکہ گرچہ کتابوں میں صحیح حدیثیں لکھی لکھائی موجود ہیں' تاریخ کی کتابیں جرح وتعدیل کے ساتھ موجود ہیں' اور سندیں تغیر وتبدیلی کے بغیر محفوظ ہیں' لیکن اگر ان پر عمل نہ ہو' لوگ رائے کے پیچھے لگ جائیں' اور صحیح احادیث کے خلاف ہونے کے باوجود اپنے آپ کو متقدمین کے فتووں کے تابع کر دیں' تو شریعت کے ہونے نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں' کیونکہ اُن کے یہاں اس کا کوئی حکم ہی باقی نہ رہا' اب اس سے زیادہ شریعت کی منسوخی اور کیا ہوسکتی ہے!!

علامہ عز بن عبدالسلام رحمہ اللہ اپنی کتاب ''القواعد''[1] میں-جیسا کہ شیخ طاہر بن صالح بن احمد الجزائری دمشقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''توجیہ النظر إلی اصول الاثر'' میں ذکر کیا ہے- ارشاد فرماتے ہیں:

اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ فقہائے مقلدین میں سے ایک شخص اپنے امام کے ضعیف ماخذ پر قائم رہتا ہے' بایں طور کہ اس کے ضعف کے دفعیہ کی کوئی سبیل اس کے پاس نہیں ہوتی' اس کے باوجود وہ اس کی تقلید کرتا ہے' اور اپنے امام کی تقلید پر قائم رہتے ہوئے اپنے مسلک کے لئے کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو ترک کر دیتا ہے' یہی نہیں بلکہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے ظواہر کے دفعیہ کے لئے حیلہ جوئی بھی کرتا ہے اور اپنے امام کے دفاع میں دور از کار باطل تاویلات پیش کرتا ہے!

اور ہم نے انہیں مجلسوں میں اکٹھا ہوتے دیکھا ہے' اگر ان میں سے کسی کے سامنے اس کی طبیعت کے خلاف کوئی بات ذکر کی جاتی ہے' تو کسی دلیل کا مطالبہ نہیں کرتا ہے' بس اپنے امام کی تقلید سے مطمئن ہو کر اس سے حد درجہ تعجب کرتا ہے۔

حالانکہ دوسرے امام کے مسلک کی بہ نسبت اس کے امام کا مسلک زیادہ مستحق تعجب ہے!

اور میں نے کسی مقلد کو نہیں دیکھا جو دوسرے مسلک میں حق ظاہر ہونے کے بعد' اپنے امام کے مسلک سے تائب ہوا ہو' بلکہ اپنے امام کے مسلک کی کمزوری اور اس کا بُعد معلوم ہونے کے باوجود

---

[1] ''قواعد الاحکام فی مصالح الانام'' (۲/۱۳۵)۔

اُسی پر اڑا رہتا ہے!!

اور جب ان میں سے کوئی اپنے مسلک کو چلانے میں ناکام ہو جاتا ہے تو کہتا ہے: ہو سکتا ہے میرے امام کو کسی ایسی دلیل کا علم رہا ہو جو مجھے نہیں ہے یا جس سے میں آگاہ نہ ہو سکا!! حالانکہ اس مسکین کو نہیں معلوم کہ بعینہ یہی بات اس کے جواب میں بھی کہی جا سکتی ہے' مزید یہ کہ اس کے مقابل کے پاس واضح اور روشن دلیل و برہان بھی موجود ہے۔

سبحان اللہ! تقلید نے کتنے لوگوں کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے' اور اس طرح کی مذکورہ باتیں کہنے پر آمادہ کر دیا ہے!

دعا ہے کہ اللہ عزوجل ہمیں اتباع حق کی توفیق بخشے وہ جہاں کہیں ہو' اور جس کسی کی زبان سے نکلے۔

تاکہ ہم نبی کریم ﷺ اور آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد اختلاف رونما ہونے سے پہلے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے منہج کے مطابق' کتاب اللہ اور صحیح و ثابت سنت مبارکہ پر اپنے عقیدہ وعمل کے باعث فرقۂ ناجیہ میں شامل ہو سکیں' کیونکہ ارشاد نبوی ہے:

﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [1]۔

اور یہی میری صراط مستقیم ہے، سو اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو، کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس بات کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اب جب ہماری پیش کردہ عمومی طور پر تمام ائمہ کرام اور حاملین سنت نبویہ کی تصریحات سے یہ بات معلوم ہو گئی اور اپنی ذات کے سلسلہ میں روز قیامت ڈرنے والے عاقل اور ہوشمند شخص نے

---

[1] سورۃ الانعام: ۱۵۳۔

اُسے بخوبی سمجھ لیا تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ:

جو اللہ کی وحدانیت توحید الوہیت اور اسی طرح توحید اسماء وصفات میں کتاب وسنت کو لازم پکڑے گا یعنی تاویل وتمثیل اور مقدار وکیفیت کی تعیین کے بغیر انہیں ظاہر پر محمول کرے گا' نیز اسی طرح وحدانیت نبوی [1] میں کتاب وسنت کو اپنائے گا یعنی تمام عقائد' فرائض' سنن اور اقوال وافعال میں کتاب اللہ اور صحیح وثابت اور مرفوع سنت رسول ﷺ کی روشنی میں ظاہری وباطنی طور پر -بالخصوص معارضہ ومقابلہ کی صورت میں- اخلاص کے ساتھ راضی برضا ہوکر' تقلید ومذہب پرستی سے کنارہ کشی کرتے ہوئے تنہا آپ ﷺ کی اتباع کرے گا تو وہ ان شاء اللہ عزوجل کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی زبانی فرقۂ ناجیہ میں شمار ہوگا' جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ [2]۔

اپنے رب کی طرف سے اپنے پاس اتاری گئی شریعت کی پیروی کرو' اور اس کے علاوہ اولیاء کی پیروی نہ کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [3]۔

اور جس نے اللہ کی پناہ لے لی یقیناً اسے صراط مستقیم کی ہدایت مل گئی۔

اور ''معارضہ ومقابلہ کی صورت میں'' کا معنیٰ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں نبی کریم ﷺ اللہ کی طرف سے نازل کردہ اپنے قول سے فیصلہ فرمادیں اُس کے مقابلہ میں کسی کی بات پیش نہ کی جائے' جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(1) اس سے مولف رحمہ اللہ کا مقصود ''توحید الاتباع'' ہے' جیسا کہ بعض علماء نے نام دیا ہے۔

(2) سورۃ الاعراف:۳۔

(3) سورۃ آل عمران:۱۰۱۔

"لا يؤمن أحدكم حتىٰ أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين"۔

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔

اسے امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے [1]۔

یعنی ایمان کی علامت یہ ہے کہ رسول گرامی ﷺ مومن کے یہاں ہر چیز اور ہر انسان سے زیادہ محبوب اور عظیم تر ہو جائیں' حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کے حقوق کی ادائیگی میں آپ کا پہلو اولاد' باپ' کنبے قبیلے اور پوری مخلوق پر غالب ہو جائے' یعنی آپ کے دین کی پابندی' آپ کی سنت کی اتباع' آپ کے ادب کی رعایت اور آپ کی رضا کی ترجیح کو ہر چیز' ہر بشر خواہ کوئی بھی ہو' بلکہ آپ کے سوا تمام تر اہل وعیال اور مال ومنال اور تمام لوگوں کو پر مقدم رکھا جائے۔

اور اس کی علامت یہ ہے کہ اپنی ناقدری' اپنی غلطی اور اپنے ہر محبوب اور مال و دولت کا کھو جانا گوارہ کرلے لیکن نبی کریم ﷺ کے حق کو پامال نہ ہونے دے۔

اور یہ مذکورہ صفت مکمل طور پر طائفہ اہل حدیث کے علاوہ کسی میں بھی مکمل طور پر نہیں پائی جاتی' اور مروجہ تمام فرقوں میں وہی فرقۂ ناجیہ ہیں' جیسا کہ امام ابن مفلح مقدسی رحمہ اللہ نے ''الآداب الشرعیہ'' (۳/ ۲۳۷) میں صریح لفظوں میں اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ:

"أهل الحديث هم الطائفة الناجية ، القائمون على الحق"۔

اہل الحدیث ہی نجات یافتہ جماعت ہیں جو حق پر قائم ہیں۔

اور امام الائمہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی صراحت فرمائی ہے کہ ارشاد نبوی:

"لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق" [2]۔

---

[1] اسے امام بخاری (۱۵) اور امام مسلم (۴۴) نے روایت کیا ہے۔

[2] اس حدیث کی مفصل تخریج ص (۱۵۳) میں ملاحظہ فرمائیں۔

میرے امت کا ایک طائفہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔

میں ''طائفہ'' سے مراد اہل الحدیث ہیں۔

ایسے ہی دوسری حدیث [1] میں صراحت فرمائی ہے اہل حدیث ہی فرقۂ ناجیہ ہیں۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إذا رأيت رجلاً من أهل الحديث فكأني رأيت النبي ﷺ ''۔

جب میں اہل الحدیث میں سے کسی آدمی کو دیکھتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیا ہے۔

جیسا کہ ''تاریخ بغداد'' میں ہے [2]۔

یہ محدثین کرام رحمہم اللہ کے ساتھ ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ کا غایت درجہ حسن ظن ہے۔ فللہ الحمد علی ذلک۔

سچ فرمایا ہے صادق و مصدوق ﷺ نے:

''أنتم شهداء الله في الأرض'' [3]۔

تم روئے زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔

☆☆☆☆☆

---

[1] افتراق امت والی حدیث مقصود ہے' جو گزر چکی ہے۔

[2] نیز دیکھئے: ص (۶۱)۔

[3] اسے امام بخاری (۱۳۶۷) اور امام مسلم (۹۴۹) نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حق ان شاء اللہ اہل الحدیث کے ساتھ ہے جو نجات یافتہ جماعت ہے

''تم روئے زمین پر اللہ کے گواہ ہو''

پہلی دلیل: صادق و مصدوق ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''لا تزال طائفة من أمتي قائمين على الحق، لا يضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله''۔

میری امت کا ایک طائفہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، انھیں ان کے مخالفین زک نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک اللہ کا حکم آ جائے گا۔

اسے امام بخاری و مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے [1]۔

---

[1] صحیحین کی اس روایت کا حوالہ گزر چکا ہے، اور اس باب میں صحابہ کی ایک جماعت سے حدیثیں مروی ہیں ان کی اجمالی تخریج ملاحظہ فرمائیں:

۱- ثوبان رضی اللہ عنہ: اسے امام مسلم نے (۱۹۲۰) روایت کیا ہے۔

۲- مغیرہ رضی اللہ عنہ: اسے امام بخاری (۳۶۴۰) و امام مسلم نے (۱۹۲۱) روایت کیا ہے۔

۳- جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ: اسے امام مسلم نے (۱۷۴) روایت کیا ہے۔

۴- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ: اسے امام مسلم نے (۱۹۲۳) روایت کیا ہے۔

۵- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ: اسے امام مسلم نے (۱۹۵۴) روایت کیا ہے۔

۶- قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ: اسے امام احمد (۳۴/۵)، امام ترمذی (۲۱۹۲) اور امام ابن حبان نے (۶۱) صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۷- عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: اسے امام طیالسی نے (ص ۹) روایت کیا ہے۔

۸- عمران بن حصین رضی اللہ عنہ: اسے امام احمد (۴/ ۴۳۷) و امام ابوداود نے (۲۴۸۴) روایت کیا ہے اور امام حاکم ==

یہ حدیث نبوت کی ایک زندہ نشانی ہے' جس میں نبی کریم ﷺ نے حق پر قائم اس طائفہ کی فضیلت کی صراحت فرمائی ہے' نیز یہ کہ کوئی زمانہ اس سے خالی نہ رہے گا' اور ان کے لئے دعا فرمائی ہے اور آپ کی دعا کو شرف قبولیت ملی ہے' چنانچہ اللہ عزوجل نے اس طائفہ کو ہر دور اور ہر زمانہ میں باقی رکھا ہے' تاکہ اس فریضہ کو انجام دے اور لوگوں کے لئے کما حقہ وضاحت کرے۔

بہرحال یہ طائفہ ان شاء اللہ یقینی طور پر طائفۂ اہل الحدیث ہے' جیسا کہ قدیم وجدید بلند پایہ علماء نے اس کی شہادت دی ہے۔

دوسری دلیل: امام ابن المبارک رحمہ اللہ حدیث نبوی "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق" (کہ میری امت کا ایک طائفہ ہمیشہ ہمیش حق پر غالب رہے گا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "هم أهل الحديث" اس سے مراد "اہل الحدیث" ہیں۔

"مفتاح الجنۃ" از امام سیوطی رحمہ اللہ (ص ۴۸) و "شرف اصحاب الحدیث" (ص ۲۶)[1]۔

تیسری دلیل: امام ابن المدینی رحمہ اللہ حدیث نبوی "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق" (کہ میری امت کا ایک طائفہ ہمیشہ ہمیش حق پر غالب رہے گا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "هم أهل الحديث" کہ اس سے مراد "اہل الحدیث" ہیں۔

"مشکاۃ"، "مفتاح الجنۃ" از امام سیوطی رحمہ اللہ (ص ۴۸) و "تلبیس ابلیس" از امام ابن الجوزی رحمہ اللہ (ص ۱۸)[2]۔

== نے (۴۵۰/۴) صحیح قرار دیا ہے۔

۹- ابو امامہ رضی اللہ عنہ: اسے امام احمد نے (۲۶۹/۵) روایت کیا ہے۔

اسی طرح دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے روایت کیا ہے' لیکن میں نے یہاں جو ذکر کیا ہے' ان شاء اللہ اتنا کافی ہے۔

① اسے امام نصر الدین مقدسی نے "الحجۃ علی تارک المحجۃ" میں روایت کیا ہے' جیسا کہ خود "مفتاح الجنۃ" (ص ۱۱۹) میں موجود ہے۔

② اسے امام ترمذی نے بھی (۲۲۲۹) روایت کیا ہے۔

چوتھی دلیل: امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ حدیث نبوی "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق ..." (کہ میری امت کا ایک طائفہ ہمیشہ ہمیش حق پر غالب رہے گا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "إن لم يكونوا أهل الحديث فلا أدري من هم" کہ اگر اس سے مراد اہل الحدیث نہیں ہیں، تو میں نہیں جانتا کہ اور کون ہو سکتا ہے!"۔

"الآداب الشرعیۃ" (۱/ ۲۳۷) و "شرف اصحاب الحدیث" (ص ۳٦)۔

پانچویں دلیل: امام الائمہ امام بخاری رحمہ اللہ حدیث نبوی "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق..." (کہ میری امت کا ایک طائفہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "هم أهل الحديث" کہ اس سے مراد "اہل الحدیث" ہیں۔

"مشکاۃ" و "شرف اصحاب الحدیث" (ص ۳۷)۔

چھٹی دلیل: جلیل القدر محدث شیخ احمد بن سنان رحمہ اللہ حدیث نبوی "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق" (کہ میری امت کا ایک طائفہ ہمیشہ ہمیش حق پر غالب رہے گا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "هم أهل الحديث" کہ اس سے مراد "اہل الحدیث" ہیں۔

"شرف اصحاب الحدیث" (ص ۳۷)۔

ساتویں دلیل: امام الائمہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ حدیث نبوی "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق ..." (کہ میری امت کا ایک طائفہ ہمیشہ ہمیش حق پر غالب رہے گا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "إن لم يكونوا أهل الحديث فلا أدري من هم" کہ اگر اس سے مراد اہل الحدیث نہیں ہیں، تو میں نہیں جانتا کہ اور کون ہو سکتا ہے!"۔

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے "علوم الحدیث" (ص ۵۴، قلمی نسخہ) میں روایت کیا ہے، نیز دیکھئے: "الآداب الشرعیۃ" (۱/ ۲۳۷) و "شرف اصحاب الحدیث" (ص ۳٦) و "مشکاۃ"۔

آٹھویں دلیل: صادق و مصدوق ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ستفترق أمتي على ثلاث و سبعين فرقة كلهم في النار إلا ملة واحدة، قيل من هي يا رسول الله؟! قال: "ما أنا عليه اليوم وأصحابي"۔

عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک ملت کے، آپ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کون سی ملت ہے؟ آپ نے فرمایا: اس منہج پر چلنے والے جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اسے امام ترمذی اور امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ وغیرہ نے روایت کیا ہے [1]۔

یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے "آج" کی قید سے اس بات کی صراحت فرما دی ہے کہ دین متین کے وہی احکام و شرائع معتبر ہیں جو آپ ﷺ کے زمانہ میں آپ کی حیات طیبہ تک تھے، اس دور میں مذاہب کی یہ بدعتیں اور خواہشات پرستیاں نہ تھیں اور نہ رسول کریم ﷺ کے خالص منہج کے علاوہ مروجہ مذاہب میں سے کسی مذہب کا کوئی وجود تھا، اور روئے زمین اور چرخ نیلی فام کے درمیان "طائفۂ اہل الحدیث" کے سوا ایسا کوئی طائفہ موجود نہیں ہے جو نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے اوصاف سے متصف ہو، جو زمانہ قدیم سے لیکر اب تک ہر دور اور ہر زمانہ میں موجود ہو، جنہیں حدیث رسول ﷺ کے سوا کسی سے کوئی نسبت ہے، نہ وہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کے علاوہ کسی امتی کی تقلید کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس رسول گرامی ﷺ کے مذہب کے علاوہ کوئی مذہب ہے۔

اور درحقیقت یہی طائفۂ ناجیہ ہے جیسا کہ سچے مسلمانوں نے اس کی شہادت دی ہے۔

نویں دلیل: ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن بشر رحمہ اللہ جو فسا کے ہیں، فرماتے تھے:

"رأيت النبي ﷺ في المنام، فقلت: من الفرقة الناجية من ثلاث وسبعين فرقة؟ قال ﷺ: أنتم يا أهل الحديث"۔

---

[1] دیکھئے: ص (۱۰۰)۔

کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا' تو میں نے آپ سے دریافت کیا: تہتر فرقوں میں سے نجات یافتہ جماعت کون سی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے حدیث والو! تم ہو"۔

اسے امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے "شرف اصحاب الحدیث" [1] میں بسند متصل ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ اس سچے خواب میں نام کی صراحت کے ساتھ فرقۂ ناجیہ کی تعیین ہے؛ کہ وہ نبی صادق ومصدوق ﷺ کی زبانی "اہل الحدیث" ہیں۔

شیخ ابن عربی "فتوحات مکیہ" باب ۳۱۸ (۳/۹۳) میں فرماتے ہیں: معلوم ہونا چاہئے کہ انسان جب اپنی غرض سے بے رغبت ہو کر اپنی ذات کی فکر کرتا ہے اور اپنے رب کو ترجیح دیتا ہے' تو حق تعالی اسے اس کے نفس کی صورت کے بدلے اپنی طرف سے حقیقی ہدایت الٰہی کی صورت عطا فرماتا ہے' یہاں تک کہ وہ نور کی پہنائیوں یعنی اس کے نبی ورسول کی شریعت میں ڈوب جاتا ہے' چنانچہ اس کی طرف اس کے رب کی جانب سے وہ چیزیں ڈالی جاتی ہیں' جس میں اس کی سعادت ونیک بختی ہوتی ہے' چنانچہ کچھ لوگ اسے اس کے نبی ﷺ کی صورت میں دیکھتے ہیں' لہٰذا جب وہ اللہ کے نبی کی صورت میں جلوہ افروز ہو تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ڈالی جانے والی صورت وہی ہے' دوسری کوئی چیز نہیں' کیونکہ شیطان سرے سے نبی کریم ﷺ کی صورت اختیار ہی نہیں کر سکتا [2]۔ بات ختم ہوئی۔

دسویں دلیل: امام الائمہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حدیث: "**تفترق أمتي على ثلاث و سبعين فرقة كلهم في النار إلا فرقة واحدة**" (کہ عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی' سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک جماعت کے) کی تفسیر کے

---

① ص (۴۷)۔ اور "فسا" ملک فارس کا ایک شہر ہے' جیسا کہ حمیری نے "الروض المعطار" (ص ۴۴۲) میں فرمایا ہے۔

② اس مسئلہ میں فقہی علمی تفصیل ہے' جس کی یہاں گنجائش نہیں۔

بارے میں پوچھا گیا کہ وہ ایک جماعت کون سی ہے؟ تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جو ائمہ اربعہ میں سے ہیں فرمایا: "إن لم يكونوا أهل الحديث فلا أدري من هم" کہ اگر اس سے مراد اہل الحدیث نہیں ہیں تو میں نہیں جانتا کہ اور کون ہوسکتا ہے!''۔

اسے امام ابن مفلح رحمہ اللہ نے ''الآداب الشرعیۃ'' (۱/۲۳۷) اور خطیب بغدادی نے ''شرف اصحاب الحدیث'' (ص۱۴) میں بسند ذکر فرمایا ہے۔

گیارهویں اور بارهویں دلیل: امام ابن حبان رحمہ اللہ اپنی ''صحیح''[1] میں فرماتے ہیں: یہ نہایت صحیح توضیح ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ حقدار اہل الحدیث ہیں۔

امام ابوالیمن بن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل الحدیث کو- اللہ ان کی تعداد میں اضافہ کرے- یہ خوشخبری مبارک ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عظیم فضیلت کے ذریعہ ان پر اپنی نعمتیں تمام کردیں؛ کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے نبی کے سب سے زیادہ حقدار ہوں گے لہٰذا ان شاء اللہ تعالیٰ فرقۂ ناجیہ وہی لوگ ہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں شامل فرمائے اور ان ہی کے زمرہ میں ہمارا حشر فرمائے، آمین۔ ''جواہر البخاری'' (ص۱۴، مصری ایڈیشن)۔

تیرهویں دلیل: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وأما الفرقة الناجية فهي أهل الحديث" رہا فرقۂ ناجیہ تو وہ اہل الحدیث ہیں۔ ''غنیۃ الطالبین'' (۱/۷۵)۔

چودهویں دلیل: -اور یہ سب سے بڑی دلیل ہے- شیخ طحطاوی حنفی[2] سے مروی

---

① ترتیب ابن حبان (۳/۱۹۳)۔

اور خطیب بغدادی نے ''شرف اصحاب الحدیث'' (ص۳۵) میں ابونعیم سے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا:

''یہ بڑی پیاری منقبت ہے جو احادیث رسول کے راویان وناقلین کے ساتھ خاص ہے' کیوں کہ علماء کی کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جو ان سے زیادہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتی اور لکھتی ہو''۔

② آپ کا نام احمد بن محمد بن اسماعیل ہے' سنہ (۱۲۳۱ھ) میں وفات پائے' آپ کی سوانح ''الاعلام'' (۱/۲۴۵) میں ہے۔

ہے کہ کسی آدمی نے کتاب ''تبیین المحارم''[1] کے حوالہ سے ذکر کیا کہ: اس دور میں طائفہ ناجیہ چاروں مسلکوں میں اکٹھا ہوگیا ہے! پھر اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اگر آپ کہیں: کہ آپ کو کیسے معلوم کہ آپ صراط مستقیم پر گامزن ہیں؛ کیونکہ ان چاروں فرقوں میں سے ہر فرقہ صراط مستقیم پر ہونے کا دعویدار ہے؟!

تو میں کہوں گا: کہ یہ محض دعویٰ اور ان کے بے اعتماد قول وناقص وہم وگمان کے استعمال کی بات نہیں' بلکہ اس فن کے ماہرین اور ان علماء اہل حدیث سے منقول بات ہے' جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی احادیث صحیحہ' احوال وافعال اور حرکات وسکنات نیز صحابہ کرام مہاجرین وانصار اور ان کے سچے تابعین کے حالات وغیرہ جمع کئے ہیں' جیسے امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ جو نہایت بااعتماد ومشہور محدثین میں سے ہیں جن کے ذکر کردہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال وکوائف کی صحت پر تمام اہل مشرق ومغرب کا اتفاق ہے۔

پھر ماہرین کے نقل کردہ حوالوں کے بعد یہ بھی دیکھا جائے گا کہ کون اصولی وفروعی تمام مسائل میں ان کی سیرت' نقش قدم اور اسوہ پر مضبوطی سے قائم ہے' تب فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ واقعی انہی میں سے ہے۔

اور یہی حق وباطل اور صراط مستقیم پر قائم اور اس سے دائیں بائیں منحرف کے مابین مابہ الفرق والامتیاز چیز ہے۔''الطحطاوی''(۱۵۳/۴) فقہ حنفی کی کتابوں میں سے کتاب الذبائح۔

پندرھویں دلیل: -یہ بھی سب سے بڑی دلیل ہے- شیخ محمد طاہر حنفی رحمہ اللہ سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا:

اگر آپ کہیں کہ کیا دلیل ہے کہ آپ صراط مستقیم پر ہیں' ایسے تو ہر فرقہ صراط مستقیم پر ہونے کا دعویدار ہے؟؟

---

[1] اس کتاب اور اس کے مولف کے سلسلہ میں ''مفتاح الجنۃ'' از معصومی (۴۶) پر میری تعلیق ملاحظہ فرمائیں۔

تو میں کہوں گا کہ: ثقہ و بااعتماد محدثین کے نقل کردہ دلائل' جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کے سلسلہ میں صحیح حدیثیں جمع فرمائی ہیں' جیسے صحاح ستہ (حدیث کی چھ معروف کتابیں) جن کی صحت پر تمام اہل مشرق و مغرب کا اتفاق ہے' لہٰذا ان چیزوں کو دیکھنے کے بعد فیصلہ کیا جائے گا کہ کون سچ مچ ان کی سیرت اور نقش قدم کا پیروکار ہے۔

''مجمع البحار'' (۳۵۶/۱)۔

سولھویں دلیل: -یہ بھی سب سے بڑی اور اس باب میں دوسرے دلائل سے کہیں زیادہ واضح اور نمایاں دلیل ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: امام مالک' شافعی' ابوحنیفہ' ثوری اور دیگر ائمہ مجتہدین سے منقول تمام مسائل اور مذاہب وفتاوی کو امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ کی صحیحین پھر جامع ترمذی' سنن ابوداود اور موطأ کی احادیث پر پیش کیا جائے گا، جو مسئلہ بھی صراحۃً یا اشارۃً سنت کے مطابق ہوگا اسے لیں گے اور اس پر عمل کریں گے' اور جو مسئلہ بھی خلاف سنت ہوگا اسے رد کردیں گے اور اس پر عمل نہ کریں گے۔

''عقد الجید'' (ص۵۱)۔

سترھویں دلیل: خلیفہ ہارون رشید سے مروی ہے' فرماتے ہیں:

"طلبت أربعة فوجدتها في أربعة: طلبت الكفر فوجدته في الجهمية، وطلبت الكلام والشغب فوجدته في المعتزلة، وطلبت الكذب فوجدته عند الرافضة، وطلبت الحق فوجدته مع أهل الحديث"۔

میں نے چار چیزیں تلاش کیں تو انہیں چار طرح کے لوگوں میں پایا: کفر تلاش کیا تو جہمیہ میں پایا' علم کلام اور بکواس تلاش کیا تو معتزلہ میں پایا' جھوٹ تلاش کیا تو رافضہ میں پایا اور حق تلاش کیا تو اہل الحدیث کے یہاں پایا''۔

''شرف اصحاب الحدیث'' (ص۵۷) بسند متصل۔

اٹھارھویں دلیل: شیخ ابن عربی ''فتوحات مکیہ'' میں فرماتے ہیں: وارثین کو بھی رسالت کا ایک حصہ ملا ہے' اسی لئے معاذ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ''رسول [1] رسول اللہ ﷺ'' (یعنی رسول ﷺ کا رسول اور قاصد) کہا گیا ہے' اور اس مقام سے شرف یاب ہونے والے' اور قیامت کے دن رسول ﷺ کے ساتھ حشر سے سرفراز ہونے والے محدثین کرام ہی ہیں' جو ہر امت میں رسول ﷺ سے وابستہ سندوں کے ساتھ حدیثیں روایت کرتے ہیں' لہٰذا انہیں رسالت کا ایک حصہ ملا ہے' وہ وحی الٰہی کے ناقلین اور تبلیغ میں انبیاء علیہم السلام کے وارثین ہیں۔

اور فقہاء کو چونکہ روایت حدیث کا حصہ نہیں ملا ہے' اس لئے انہیں نہ تو یہ مقام ملے گا اور نہ ہی رسولوں کے ساتھ ان کا حشر ہی ہوگا' بلکہ وہ عام لوگوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے، اور علماء کا نام ان پر نہیں' صرف اہل الحدیث پر منطبق ہوتا ہے' اور در حقیقت وہی ائمہ ہیں۔

اور یہی حال زاہد' عبادت گزار اور آخرت والوں کا بھی ہے۔

اور جو بھی اہل الحدیث میں سے نہیں ہے وہ فقہاء ہی کے حکم میں ہیں' وارثین میں ان کا کوئی امتیاز نہیں ہے' نہ ہی رسولوں کے ساتھ ان کا حشر ہی ہوگا' بلکہ وہ عوام الناس کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ بات ختم ہوئی۔ باب ۱۱۳ (۳/ ۶۵، مصری ایڈیشن)۔

انیسویں دلیل: امام احمد بن سنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولید کرابیسی میرے ماموں ہیں' جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: بھلا بتاؤ کہ کیا تم کسی ایسے شخص کو

---

[1] یہ وصف معاذ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں وارد ہے' جس میں ہے: ''... بم تحكم؟ ...'' (کہ تم کس سے فیصلہ کرو گے؟) اور پھر اخیر میں ہے: ''الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله ... '' الخ (تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو توفیق عطا فرمائی)۔

یہ حدیث ضعیف ہے، میں نے اس کی سندوں' روایات اور الفاظ کو ایک مستقل رسالہ میں اکٹھا کیا ہے' جو ''الایناس فی طرق حدیث معاذ فی الرأي والقیاس'' کے نام سے سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے' میں نے اسے تقریباً سات سال قبل طباعت کے لئے دیا ہے' لیکن اب تک شائع نہ ہو سکی!!! فلا قوۃ إلا باللہ۔

جانتے ہو جو علم کلام کا مجھ سے زیادہ جاننے والا ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں، پھر پوچھا کہ کیا تم مجھے کسی چیز میں متہم کرتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا: تو میں تمہیں ایک وصیت کرنا چاہتا ہوں کیا تم قبول کروگے؟ انہوں نے کہا: ہاں، فرمایا: **"علیکم بما علیه أهل الحدیث، فإني رأیت الحق معهم"**۔

اسی عقیدہ ومنہج پر قائم رہنا جس پر اہل الحدیث ہیں کیونکہ میں نے حق انہی ساتھ پایا ہے۔

"تلبیس ابلیس" از ابن الجوزی رحمہ اللہ (ص ۱۴) بسند، و"شرف اصحاب الحدیث"[1] (ص ۵۶) بسند متصل، و"مفتاح الجنۃ" از امام سیوطی رحمہ اللہ (ص ۴۹)۔

بیسویں دلیل: امام ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ اپنی کتاب "الانتصار لاھل الحدیث" میں فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے حق اور صحیح عقیدہ اہل الحدیث ہی کے ساتھ طے قرار دیا ہے کیونکہ انہوں نے اپنا دین وعقیدہ نسل در نسل صدی بہ صدی متصل سند کے ساتھ حاصل کیا یہاں تک کہ تابعین تک پہنچے اور ان تابعین نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حاصل کیا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔

اور رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جس دین حق اور صراط مستقیم کی دعوت دی اس کی معرفت کا محض یہی ایک راستہ ہے جس پر اہل الحدیث گامزن ہیں۔ "کتاب الانتصار"[2]۔

اکیسویں دلیل: امام شافعی رحمہ اللہ سے۔ جو ائمۂ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ مروی ہے فرماتے ہیں: **"علیکم بأهل الحدیث فإنهم أکثر صواباً عن غیرهم"**۔

اہل الحدیث کو لازم پکڑو کیونکہ وہ دوسروں سے بہت زیادہ بہتر ہیں۔

---

[1] نیز خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" (۱۳/۴۴۱) میں روایت کیا ہے۔

[2] اس کا نام "الانتصار بالاثر" بھی ہے جیسا کہ "المنتظم" از ابن الجوزی (۹/۱۰۲) میں ہے۔

حاجی خلیفہ "کشف الظنون" (۱/۱۷۳) میں فرماتے ہیں: یہ کتاب تین ابواب میں مختصر کی گئی ہے:

۱- سنت وجماعت کی ترغیب۔ ۲- حدیث کی فضیلت۔ اور علم کا شجرہ۔

اسے امام ابن حجر رحمہ اللہ نے ''توالی التأسیس''① میں ذکر فرمایا ہے' نیز ''الآداب الشرعیہ'' از ابن مفلح (۱/ ۲۳۸) میں بھی ہے۔

بائیسویں دلیل: امام شافعی رحمہ اللہ- جوائمۂ اربعہ میں سے ہیں- فرمایا کرتے تھے: ''أهل الحديث في كل زمان كالصحابة رضی الله عنهم في زمانهم''۔

اہل الحدیث ہر دور میں ایسے ہی ہیں جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے زمانے میں تھے۔

اسے امام شعرانی نے ''المیزان الکبریٰ'' (ص ۴۹) میں ذکر کیا ہے۔

تیئیسویں دلیل: شعرانی رحمہ اللہ امام احمد بن سریج② رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''أهل الحديث أعظم درجة من الفقهاء''۔

اہل الحدیث فقہاء سے کہیں زیادہ بلند مقام ہیں۔

''المیزان الکبریٰ'' (۱/ ۴۷)۔

چوبیسویں دلیل: ابوعلی الحسن③ زعفرانی- جو امام شافعی رحمہ اللہ کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں- سے مروی ہے' فرماتے ہیں:

''ما على وجه الأرض قوم أفضل من أصحاب الحديث ' يتبعون آثار النبي صلی اللہ علیہ وسلم ''④۔

روئے زمین پر اہل الحدیث سے افضل کوئی نہیں' وہ آثار نبوی کے پیروکار ہیں۔

پچیسویں دلیل: ابراہیم حربی فرماتے ہیں: ایک دن قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نکلے'

---

① ص (۱۱۰)۔ مشہور نام کے برخلاف اس کا صحیح نام ''توالی التأنیس'' ہے۔

② سنہ (۳۰۳ھ) میں وفات پائے' آپ کی سوانح ''تاریخ بغداد'' (۴/ ۲۸۷)، ''سیر اعلام النبلاء'' (۴/ ۲۰۱) اور ''طبقات السبکی'' (۳/ ۲۱-۳۹) میں موجود ہے۔

③ سنہ (۲۶۰ھ) میں وفات پائے' آپ کی سوانح ''طبقات الحنابلۃ'' (۱/ ۱۳۸) اور ''النجوم الزاہرۃ'' (۳/ ۲۳) میں ہے۔

④ ان کی یہ بات امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''السیر'' (۱۲/ ۲۶۴) میں نقل فرمائی ہے۔

دراں حالیکہ اہل الحدیث دروازے پر تھے' تو انہوں نے فرمایا:

"ما على الأرض خير منكم"۔

روئے زمین پر تم سے بہتر کوئی نہیں۔

"شرف أصحاب الحدیث" (ص ۵۱)۔

چھبیسویں دلیل: ابن ہانی رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

"أهل الحديث أفضل من تكلم في العلم"۔

علم کے باب میں سب سے عمدہ گفتگو کرنے والے اہل الحدیث ہیں۔

اسے امام ابن مفلح حنبلی رحمہ اللہ نے "الآداب الشرعیۃ" (۴۶/۲) میں ذکر فرمایا ہے۔

ستائیسویں دلیل: خلیل بن احمد اور صالح بن محمد رازی رحمہما اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"إن لم يكن أهل الحديث أولياء الله، فليس لله في الأرض ولي! وإن لم يكن أهل الحديث هم الأبدال، فلا أدري من الأبدال!"۔

اگر اہل الحدیث اللہ کے اولیاء نہیں ہیں' تو دنیا میں کوئی اللہ کا ولی ہی نہیں! اور اگر اہل الحدیث ابدال نہیں ہیں تو میں نہیں جانتا کہ پھر ابدال کون ہیں!

"شرف أصحاب الحدیث" (ص ۵۱-۵۳) بسند متصل۔

"وإن لم يكن أهل الحديث هم الأبدال في الأرض فلا أعرف لله أبدالاً!"۔

اورگر اہل الحدیث ابدال نہیں ہیں' تو میں دنیا میں ابدال جانتا ہی نہیں!

"الآداب الشرعیۃ" (۲۳۸/۳) و "مفتاح الجنۃ" (ص ۴۸) از امام سیوطی رحمہ اللہ [1]۔

اٹھائیسویں دلیل: موسیٰ بن داود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ شاہ محمد بن سلیمان

[1] نیز دیکھیے: "مناقب الامام احمد" از امام ابن الجوزی (ص ۲۳۵)۔

بن علی مسجد حرام میں داخل ہوئے' تو اہل الحدیث کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"لأن يطأ هؤلاء عنقي كان أحب إلي من الخلافة"۔

یقیناً ان لوگوں کا میری گردن کو روندنا مجھے خلافت سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

"شرف أصحاب الحدیث" (ص ۱۰۳)[1]۔

انتیسویں دلیل: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فاعتقاد أهل الحديث هو السنة المحضة؛ لأنه هو الاعتقاد الثابت عن النبي ﷺ"۔

اہل الحدیث کا عقیدہ ہی سنت محض ہے' کیونکہ وہی عقیدہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

"منہاج السنۃ"۔

نیز فرماتے ہیں:

"علماء أهل الحديث أعلم بمقاصد الرسول من أتباع الأئمة بمقاصد أئمتهم"۔

ائمہ کے متبعین جتنا اپنے اماموں کے مقاصد کا علم رکھتے ہیں' علماء اہل الحدیث اس سے کہیں زیادہ رسول کریم ﷺ کے مقاصد کا علم رکھتے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

"هم أجل قدراً من هؤلاء، وأعظم صدقاً، وأعلاهم منزلة، وأكثرهم ديناً، وهم من أعظم الناس صدقاً وأمانةً وعلماً"۔

وہ ان سے کہیں زیادہ جلیل القدر' راست گو' بلند مقام و مرتبہ اور دیندار ہیں، نیز وہ سب سے زیادہ راست گو' امانتدار اور علم والے ہیں۔

---

[1] نیز دیکھئے: "أدب الاملاء والاستملاء" از امام سمعانی (ص ۳۲)۔

''منہاج السنۃ النبویۃ''(۴/۱۰،۵۹)۔

تیسویں دلیل: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ:﴿يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾(جس دن ہم تمام انسانوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے)[1] کے تحت سلف سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''هذا أكبر الشرف لأهل الحديث؛ لأن إمامهم النبي ﷺ''۔

اہل الحدیث کے لئے یہ سب سے بڑا شرف ہے' کیونکہ ان کے امام نبی کریم ﷺ ہیں۔

''تفسیر ابن کثیر''(۵/۳۰۷)۔

فللہ الحمد حمداً کثیراً علی ذلک۔

[1] سورۃ الاسراء:۷۱۔

اہل بدعت کی بعض نشانیاں

امام احمد بن سنان [1] رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"ليس في الدنيا مبتدع إلا وهو يبغض أهل الحديث"۔

دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں، جسے اہل الحدیث سے نفرت نہ ہو۔

"شرف أصحاب الحديث" (ص ۷۵)۔

نیز امام ابن سفیان رحمہ اللہ [2] فرماتے ہیں:

"ليس في الدنيا مبتدع إلا وهو يبغض أهل الحديث"۔

دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں، جسے اہل الحدیث سے نفرت نہ ہو۔

اسے امام ابوعثمان نے اپنے "عقیدہ" میں روایت کیا ہے [3]۔

نیز ابن سنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ليس في الدنيا مبتدع إلا وهو يبغض أهل الحديث"۔

دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں، جسے اہل الحدیث سے نفرت نہ ہو۔

اسے امام ذہبی وصابونی رحمہما اللہ نے اور ابن الجوزی رحمہ اللہ نے "تلبیس ابلیس" [4] میں نقل فرمایا ہے۔

---

[1] نیز دیکھیے: "طبقات السبکی" (۶/۳)۔

[2] یہ وہی ابن سنان ہی ہیں، لیکن مصنف رحمہ اللہ کو اشتباہ ہوگیا ہے۔

[3] "عقيدة السلف أصحاب الحديث" ص (۱۰۲)۔

[4] اسے خطیب بغدادی نے "شرف اصحاب الحدیث" (ص ۷۳) میں روایت کیا ہے، اور امام ذہبی نے اسے "التذکرۃ" (۲/۵۲۱) میں اور "السیر" (۱۲/۲۴۵) میں ذکر فرمایا ہے۔

اور جو اہل الحدیث کے ساتھ بدگمانی رکھے وہ زندیق ہے؛ جیسا کہ ائمہ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس شخص کے جواب میں جس نے اہل الحدیث کے بارے میں کہا تھا: "**إنهم قوم سوء!**" کہ وہ نہایت برے لوگ ہیں' تو آپ نے فرمایا تھا: "**هذا زنديق**" یہ زندیق (بددین' کافر) ہے[1]۔

اور قتیبہ بن سعید[2] رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

"**إذا رأيت الرجل يحب أهل الحديث فإنه على السنة، ومن خالف هذا فاعلم أنه مبتدع**"۔

جب تم آدمی کو دیکھو کہ اہل الحدیث سے محبت کرتا ہے تو وہ متبع سنت ہے' اور اگر اس کے خلاف کرے' تو جان لو کہ وہ بدعتی ہے۔

"شرف أصحاب الحديث" [3]۔

☆☆☆☆☆

---

① اسے خطیب بغدادی نے (ص ۲۴) میں' ابن الجوزی نے "مناقب الامام احمد" (ص ۱۳۳) میں اور ابن ابو یعلی نے "طبقات الحنابلہ" (۱/ ۳۸) میں روایت کیا ہے۔

نیز رسالہ "الاصالۃ" (شمارہ ۷/ص ۲۰، ۲۱) میں میرا مقالہ "اتہام أھل الحق بغیر حق" ملاحظہ فرمائیں۔

② اپنی کتاب "کتاب الایمان" میں، جیسا کہ "عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث" از امام ابو عثمان صابونی (ص ۱۰۹) میں ان کی سند سے موجود ہے۔

③ ص (۶) ملاحظہ فرمائیں۔

لفظ ''اہل سنت'' سے شبہہ کا ازالہ

کتاب وسنت کے عالم سے پوشیدہ نہیں کہ لفظ ''اہل سنت'' کا اطلاق اہل الحدیث کے علاوہ[1] مروجہ فرقوں میں سے کسی فرقہ پر کرنا درست نہیں؛ کیونکہ حدیث وسنت دونوں نبی کریم ﷺ کی طرف سے آئے ہیں؛ لہٰذا اہل السنۃ پر اہل الحدیث کا اور اہل الحدیث پر اہل السنۃ کا اطلاق کرنا جائز ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابو عثمان الصابونی رحمہ اللہ نے، شیخ ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے، اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے ''غنیۃ الطالبین'' (ص ۱۹۶) میں اور ان کے علاوہ سابق علماء مسلمین رحمہم اللہ نے اس بات کو ثابت کیا ہے۔

[1] یا جو ان کے منہج پر گامزن ہوں۔

رہا ''اہل سنت'' کے لقب کو کسی بھی وجہ سے ہر ایک کے لئے عام کر دینا تو یہ سراسر غلط ہے:

یا تو اس کا مقصد ایک بھاری بھرکم لقب دے کر لوگوں کی بھیڑ اکٹھا کرنا ہے، جس کی کوئی دقیق حقیقت نہیں۔

یا پھر کوئی مقصد نہیں ہے، محض اس کا سبب منہج اہل سنت وجماعت کے صحیح فہم کے تحقق کے سلسلہ میں صحیح واجب منہج سے مکمل آگاہی وآشنائی کا فقدان ہے۔

نیز دیکھئے: میرا رسالہ ''رؤیۃ واقعیۃ فی المناھج الدعویۃ'' (ص ۲۱-۲۷)۔

نذر ودعا

اے میرے رب! اس رسالہ میں کتاب وحکمت کی جو بھی باتیں ہیں میں انہیں تیری نذر کرتا ہوں تا کہ تو راضی ہو جائے۔ لہٰذا اسے شرف قبولیت عطا فرما' بیشک تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔

اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے' اور میں تیری مرضی کے مطابق نیک عمل کروں' اور مجھے اپنے رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما' دنیا و آخرت میں تو ہی میرا ولی و کارساز ہے' مجھے مسلمان کی حالت میں وفات دے اور صالحین میں شامل فرما۔

اے رب! ہمیں اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے ہمارے بھائیوں کو بخش دے، اور انہیں بھی معاف فرما جنہوں نے توبہ کیا اور تیرے راستے کی پیروی کی' بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

''تاریخ اہل حدیث''

تصنیف: شیخ احمد دہلوی مدرس حرم نبوی شریف' مدینہ طیبہ

شعبان سنہ ۱۳۵۲ھ میں اختتام پذیر ہوئی۔

تحریر کنندہ: احقر العباد خادم اہل الذکر والبلاغ [1]۔

[1] ادنیٰ خادم علم ابوالحارث اثری - عفا اللہ عنہ - کہتا ہے: میں اس نفع بخش رسالہ کی تحقیق' اس پر حاشیہ وتعلیق اور اس کے ضبط نص سے بروز جمعہ' بوقت چاشت ۲۸/ ربیع الثانی سنہ (۱۴۱۴ھ) مطابق ۱۴/۱۰/۱۹۹۳ء فارغ ہوا۔

اللہ ہی توفیق دہندہ اور راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔
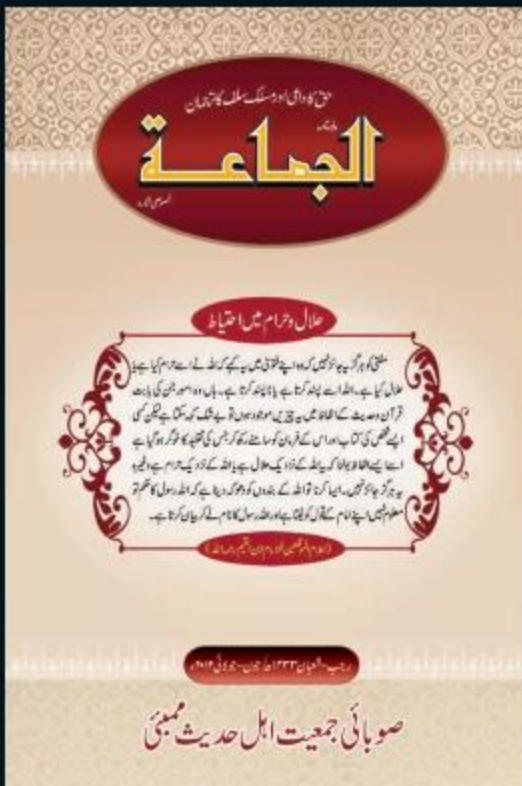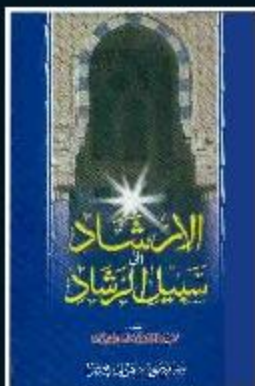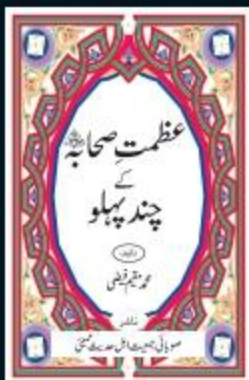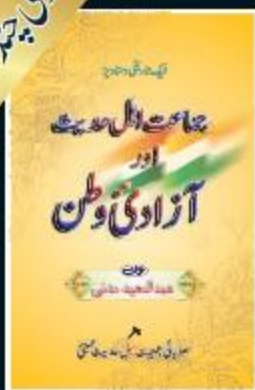
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chunawala Compound, Opp. BEST Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W)., Mumbai - 70

Tel.: 2652 0077 • Fax : 2652 0066 • E-mail : ahlehadeesmumbai@hotmail.com